ماہنامہ
نقیبِ ختمِ نبوّت
ملتان

محرم الحرام ۱۴۱۹ھ
مئی ۱۹۹۸ء
۵

میانچنوں میں قادیانی لیڈی ڈاکٹر
کی ارتدادی سرگرمیاں

جمہوریت اور سیاستدان

اخبار الاحرار
قائدِ احرار سیّد عطاء المحسن بخاری
کے اعزاز میں استقبالیہ تقریب

ارشاد
سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ

نبوّت و رسالت
مقامِ نبوّت کی الٰہی تعبیر

علامہ نیاز فتح پوری
عبرت کا ایک ورق

سر ظفر اللہ قادیانی
اور تحریکِ پاکستان

مؤمنین اہلسنت کو اسلامی سال نو ۱۴۱۹ھ مبارک

ارشاد گرامی نواسۂ رسول، **شہیدِ غیرت سیدنا حسین** رضی اللہ عنہ

"ذلت کی زندگی سے عزت کی موت بہتر ہے"

❖ ابن زیاد۔۔ کے ہاتھ پر یزید کی بیعت.....؟ تو خدا کی قسم، یہ بات میری موت کے بعد ہی ممکن ہے۔

❖ ہاں! اگر باعزت طریقہ سے معاملہ فہمی مقصود ہے تو پھر مدینہ کو واپسی یا سرحد پر چلے جانے کے علاوہ تیسری صورت یہ ہے۔

❖ مجھے یزید کے پاس جانے دو تاکہ میں اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دوں پھر وہ میرے متعلق جو مناسب سمجھے گا خود فیصلہ کریگا (البدایہ لابن کثیر ص ۱۷۰ ج ۸)

..... اور یا میں اپنا ہاتھ یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں رکھ دوں تو وہ میرے اور اپنے بارے میں جو مناسب ہو۔ رائے قائم کریگا۔ (تاریخ الامم والملوک للطبری ص ۲۳۵ ج ۶)

❖ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ سے پختہ روایت ہے آپ نے کمانڈر کوفہ عمرو بن سعدؓ سے فرمایا۔

میری تین باتوں سے ایک پسند کرلو ❖ - یا میں اس جگہ لوٹ جاتا ہوں جہاں سے آیا ہوں۔ ❖ - یا یہ کہ میں اپنا ہاتھ یزید کے ہاتھ پر رکھ دوں جبکہ وہ میرے چچا کا بیٹا ہے تو وہ میرے متعلق اپنی رائے خود قائم کرے گا۔ ❖ - یا پھر مجھے مسلمانوں کی سرحدات میں سے کسی سرحد کی طرف روانہ کردو تو میں وہیں کا باشندہ بن جاؤں گا۔ پھر جو نفع اور آرام وہاں کے لوگوں کو حاصل ہوگا وہی مجھے بھی مل جائے گا، اور جو نقصان اور تکلیف وہاں کے لوگوں کو ہوگی وہی مجھے پہنچے گی۔

(معتبر شیعہ کتاب۔ الشافی۔ مع التلخیص ص ۴۷۱ طبع ایران، تصنیف السید ابی القاسم علی بن الحسین، بن موسیٰ بن محمد موسیٰ ابراہیم بن موسیٰ بن جعفر الصادق بن محمد الباقر بن زید العابدین علی الاوسط بن السبط، سیدنا الحسین بن سیدنا علی بن ابی طالب)

❖ اے کاش! یہ شرائط نامہ طے ہوجاتا تو امت کو مظلومیٔ حسین رضی اللہ عنہ کا روزِ غم دیکھنا نصیب نہ ہوتا اور نہ...... یزید ہی کے لئے سبّ و شتم اور لعن طعن کا دروازہ کھلتا! سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی یہ تینوں شرائط متفق علیہ ہیں اور تاریخ کے کذاب راویوں کی من گھڑت داستانوں کی تکذیب کرتی ہیں۔

❖ ہر باشعور آدمی شہید کربلا کی ان تین شرائط کے بغور مطالعہ سے حادثۂ کربلا کی تہہ تک باآسانی پہنچ سکتا ہے۔

❖ بہرحال جناب سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا قول و عمل ہمارے لئے ایک دائمی درسِ عبرت ہے،

اللہ تعالیٰ ہمیں شہیدِ کربلا رضی اللہ عنہ کی سچی پیروی نصیب فرمائیں۔ آمین۔!

تشکیل

دل کی بات:	اداریہ	مدیر	۳
ردّ قادیانیت:	میاں چنوں میں قادیانی لیڈی ڈاکٹر کی امدادی سرگرمیاں	ادارہ	۶
افکار:	کیا سر ظفر اللہ قادیانی تحریک پاکستان میں شامل تھے	محمد عمر فاروق	۷
تحقیق:	نبوت و رسالت، مقامِ نبوت کی الٰہی تعبیر	انجینئر ابو انیس فاروقی	۱۳
تنقید:	علامہ نیاز فتح پوری......... عبرت کا ایک ورق	مولانا عتیق الرحمن سنبھلی	۲۳
تنقید:	علامہ یا ابو جہل	عبد المجید سالک	۲۵
فکاہیہ:	جمہوریت اور سیاست دان	پروفیسر خالد شبیر احمد	۲۹
طنز و مزاح:	زبان میری ہے بات ان کی	ساغر اقبالی	۳۱
حسنِ انتقاد:	تبصرۂ کتب	ادارہ	۳۳
یادرفتگان:	تم کیا گئے؟	سید محمد زکریا انور	۳۷
اخبار الاحرار:	امیر مرکزیہ قائد احرار سید عطاء المحسن بخاری اور دیگر قائدینِ احرار کے اعزاز میں لاہور، رحیم یار خان اور گڑھا موڑ میں استقبالیہ تقریبات، صادق آباد میں اجتماعِ جمعہ سے امیر مرکزیہ کا خطاب		۴۱
زبانِ خلق:	قارئین کے خطوط	ادارہ	۵۵
ترحیم:	مسافرانِ آخرت	قارئین	۵۷
شاعری:	غزلیں (پروفیسر عابد صدیق) نظمیں (سید کاشف گیلانی، محمد اکرام تائب)		۶۰

تشکیل

دل کی بات: اداریہ ـــــــــــ مدیر ۳

ردّ قادیانیت: میاں چنوں میں قادیانی لیڈی ڈاکٹر کی امدادی سرگرمیاں ادارہ ۶

افکار: کیا سر ظفر اللہ قادیانی تحریک پاکستان میں شامل تھے ـــــ محمد عمر فاروق ۷

تحقیق: نبوت و رسالت، مقامِ نبوت کی الٰہی تعبیر ـــــ انجینئر ابو انیس فاروقی ۱۳

تنقید: علامہ نیاز فتح پوری......... عبرت کا ایک ورق ـــــ مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی ۲۳

تنقید: علامہ یا ابو جہل ـــــــــــ عبد المجید سالک ۲۵

فکاہیہ: جمہوریت اور سیاست دان ـــــــــــ پروفیسر خالد شبیر احمد ۲۹

طنز و مزاح: زبان میری ہے بات ان کی ـــــــــــ ساغر اقبالی ۳۱

حسنِ انتقاد: تبصرۂ کتب ـــــــــــ ادارہ ۳۳

یادِ رفتگان: تم کیا گئے؟ ـــــــــــ سید محمد زکریا انور ۳۷

اخبار الاحرار: امیر مرکزیہ قائد احرار سید عطاء المحسن بخاری اور دیگر قائدینِ احرار کے اعزاز میں لاہور، رحیم یار خان اور گڑھا موڑ میں استقبالیہ تقریبات، صادق آباد میں اجتماعِ جمعہ سے امیر مرکزیہ کا خطاب ـــــــــــ ۴۱

زبانِ خلق: قارئین کے خطوط ـــــــــــ ادارہ ۵۵

ترحیم: مسافرانِ آخرت ـــــــــــ قارئین ۵۷

شاعری: غزلیں (پروفیسر عابد صدیق) نظمیں (سید کاشف گیلانی، محمد اکرام تائب) ۶۰

دل کی بات

غوری بہ ہدف..... طاقت کا توازن اور کامیاب دفاع

عید الاضحی سے دو روز قبل ۶، اپریل کو پاکستان کے فوجی حکام، سائنس دانوں اور انجینئروں کی موجودگی میں حتف پنجم (غوری میزائل) کا کامیاب تجربہ کیا گیا۔ جہلم کے قریب ملوٹ کے مقام سے صبح ۷ بج کر ۳۳ منٹ پر "غوری" داغا گیا جو اپنی پوری شان سے تین سو کلو میٹر آسمان کی طرف بلند ہوا اور صرف ۹ منٹ ۵۸ سیکنڈ میں کوئٹہ کے نواح میں اپنے ہدف پر پہنچ گیا۔

اس کارنامے کا اصل سہرا، پاکستان کے مایہ ناز سائنسدان جناب ڈاکٹر عبدالقدیر خان اور ان کے معاون سائنس دانوں کے سر بندھتا ہے۔ جنہوں نے جذبۂ حب الوطنی سے سرشار ہو کر قوم کو ایک شاندار تحفہ دیا ہے۔

بھارت نے ۱۹۷۴ء میں ایٹمی دھماکہ کیا، پھر ۱۹۸۸ء میں "پرتھوی میزائل" کے تجربے کے بعد ۱۹۸۹ء سے ۱۹۹۴ء کے درمیان تین بار "اگنی میزائل" کے تجربے کئے۔ بھارت کی طرف سے ایٹمی دھماکہ اور پرتھوی و اگنی میزائلوں کے تجربات سے برصغیر میں طاقت کا توازن ختم ہو گیا۔ اور پاکستان کی سلامتی کو خطرات لاحق ہو گئے۔ چنانچہ پاکستان نے اپنا پرامن ایٹمی پروگرام جاری رکھ کر طاقت کے توازن کو قائم کیا ہے اور اپنے کامیاب دفاع کی طرف زبردست پیش رفت کی ہے۔ عظیم مسلمان فاتح سلطان شہاب الدین غوری نے پرتھوی راج کو اسلام کی دعوت دی تھی اور انکار پر اسے شکست سے دوچار کر دیا تھا..... یہ تاریخ کی صدائے بازگشت ہے کہ غوری پھر پرتھوی پر حاوی ہے۔

پوری قوم اپنے محسن سائنس دانوں کو خراج تحسین پیش کرتی ہے جنہوں نے پاکستان کو "تیر بہ ہدف" سے اٹھا کر "غوری بہ ہدف" پر پہنچا دیا۔ حکومت بھی مبارکباد کی مستحق ہے جس نے سابقہ حکمرانوں کی روایت کے برعکس غیر ملکی دباؤ کو نظر انداز کرتے ہوئے جرأت کا مظاہرہ کیا اور اس تجربہ کی راہ میں کوئی رکاوٹ پیدا نہ کی۔

غوری میزائل کے کامیاب تجربہ کے بعد جو حیران کن بات سامنے آئی ہے وہ ہمارے

حکمرانوں کے لب ولہجہ کی واضح تبدیلی ہے۔ جس اعتماد کے ساتھ وہ اب گفتگو کر رہے ہیں وہ سابقہ انداز کے بالکل برعکس ہے۔ ۱۳ اپریل کو وزیر اعظم نے اسلام آباد میں اقوام متحدہ میں امریکی سفیر بل رچرڈسن سے ملاقات کے بعد اخبار نویسوں سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ "اب پاکستان کوئی دھمکی آمیز رویہ برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں۔ ہم کسی کے دباؤ میں آنے والے نہیں"۔ اسی طرح وزیر خارجہ گوہر ایوب کا بیان انتہائی اہم ہے جس میں انہوں نے کہا کہ "امریکہ نے ہمیشہ پاکستان سے بے وفائی کی ہے۔ ہم نے سبق سیکھ لیا ہے، امریکہ پر انحصار کرنا بےوقوفی ہے امریکی امداد تجارت بن گئی ہے۔ ہم ہتھیار امریکہ سے ہی کیوں خریدیں۔ امریکہ یک طرفہ پابندیوں کے ذریعے ہماری درگت بنا چکا ہے"۔ (نوائے وقت ۲۰ اپریل ۱۹۹۸ء)

جبکہ اگلے روز امریکہ کی طرف سے پاکستان کو ایف ۱۶ دینے کے بارے میں پالیسی نرم کرنے کا اعلان بھی اخبارات کی زینت بنا۔ ہمیں اس دوطرفہ کرشماتی تبدیلی پر حیرانی بھی ہے اور خوشی بھی ہماری دعا ہے: اللہ کرے ہمارے حکمران غیرت و حمیّت اور ملکی وقار کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے اپنے قول پر قائم رہیں۔ اور پاکستان کو امریکی اڈہ بنانے کی بجائے اسلام کا مرکز بنادیں (آمین)

خدمت کمیٹیاں کیا رنگ لائیں گی:

وزیر اعظم نواز شریف نے ملک بھر میں "اچھی شہرت" رکھنے والے معززین پر مشتمل خدمت کمیٹیاں قائم کر دی ہیں اور انہیں اختیارات سے بھی مسلح کر دیا ہے۔ حیرت ہے کہ "اچھی شہرت" رکھنے والے ان "خدمت گزاروں" یعنی "مخدوموں" کی اکثریت مسلم لیگ کے ارکان پر ہی مشتمل ہے۔ ہماری معلومات اور بعض مشاہدات کے مطابق یہ "حکومتی بیورو کریسی" کے مقابلے میں "لیگی بیورو کریسی" کا قیام ہے۔ ان اچھی شہرت والے خدمت گزاروں میں بے شمار کرپٹ، ان پڑھ اور ایسے جاہل بھی شامل ہیں جو اپنے نام کی صحیح املاء بھی نہیں کرسکتے۔ اور اپنے حلقوں میں کمیشن ایجنٹ مشہور ہیں۔ انگوٹھا چھاپ قسم کے افراد پر مشتمل یہ خدمت کمیٹیاں ملک و قوم کی کیا خدمت کریں گی؟ ہم اس اقدام کی بھرپور مذمت کرتے ہیں اور اسے ملکی نظام کی تباہی کی طرف پیش رفت قرار دیتے ہیں۔ کیا قومی وصوبائی اسمبلی کے ارکان قوم کی خدمت کرنے میں نااہل ثابت ہوئے ہیں یا میاں نواز

شریف صاحب اب لیگی ارکان کو بھی کرپشن کی گنگا میں نہانے کا عندیہ دے رہے ہیں؟

محرم امن وامان اور ایلیٹ فورس:

ہر اسلامی ہجری سال کے آغاز پر پوری دنیا میں صرف پاکستان میں امن وامان کے قیام کا مسئلہ موضوع بحث بن جاتا ہے۔ ملک کے مختلف اضلاع میں مختلف مسالک کے علماء کی زبان بندیوں، ضلع میں داخلہ بندیوں، نظر بندیوں، گرفتاریوں اور نگرانیوں کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ صورت حال یہ ہے کہ کئی برس سے محرم کے موقع پر ملک میں کوئی ناخوشگوار واقعہ نہیں ہوا۔ جس کا واضح مطلب ہے کہ علماء امن وامان کے قیام میں حکومت کے معاون ہیں۔ سال کے گیارہ مہینوں میں ملک بھر میں دہشت گردی اور قتل و غارت گری جاری رہتی ہے۔ جسے روکنے میں حکومت ناکام ہے۔ حکومت کا سارا نظام ایجنسیوں کے نااہل اور جاہل ہر کاروں کی رپورٹس کے سہارے چل رہا ہے۔ انہی رپورٹس پر پابندیوں کے احکامات جاری ہوتے ہیں۔ معلومات کا یہ عالم ہے کہ ہمارے جو بزرگ پچیس تیس برس پہلے انتقال کر گئے ہیں ان کے اسماء گرامی بھی داخلہ بندیوں اور زبان بندیوں کی زد میں آنے والوں کی فہرست میں شامل ہوتے ہیں۔ امن وامان کے قیام کے لئے حکومت پنجاب نے جو ایلیٹ فورس قائم کی ہے اس کے افتتاحی شو کے چند روز بعد اسی فورس کے افراد ڈاکہ زنی کی ایک واردات میں پکڑے گئے۔ حکمران امن قائم کریں تو ہم ان کے معاون و مددگار ہیں اور ہر محب وطن ان کے ساتھ ہے لیکن ناجائز پابندیوں اور گرفتاریوں سے امن قائم نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اس کے رد عمل میں صورت حال بگڑنے کا احتمال ہے۔ اگر مقامی و ضلعی اور صوبائی امن کمیٹیوں کے ارکان سے مشورہ اور تصدیق کے بعد غیر جانبدار ہو کر بدامنی پھیلانے کے ذمہ دار افراد پر پابندیاں عائد کی جائیں تو حکومتی اقدامات کو پذیرائی ملے گی۔ انتظامیہ سالہا سال سے ایجنسیوں کے جاہل افراد کی تیار کردہ علماء کی فہرست پر بغیر پڑھے اور بغیر سوچے سمجھے ہر سال مہر تصدیق ثبت کرنے کی بجائے تحقیق کی عادت ڈالے۔ پر امن علماء پر پابندیوں کا پشتارہ لادنے کی بجائے دہشت گردوں کو پکڑے اور انہیں سزائیں دلوائے۔

○

ر : 511961

تحریک تحفظ ختم نبوت

شعبۂ تبلیغ مجلس احراراسلام پاکستان ○ دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

میاں چنوں کی لیڈی ڈاکٹر کوثر سلطانہ قادیانی ہے۔ خلافِ اسلام سرگرمیوں میں ملوث ہے۔ حکومت فوری نوٹس لے

ہماری تحقیق کے مطابق ڈاکٹر کوثر سلطانہ وومن میڈیکل آفیسر، حال تعینات تحصیل ہیڈ کوارٹر ہسپتال میاں چنوں ضلع خانیوال قادیانی ہے اور سرکاری ملازمت کے تحفظات کی آڑ لے کر مسلمان خواتین اور مردوں میں قادیانیت کی تبلیغ کر رہی ہے۔ اس کا شوہر مسٹر شیخ جمال الدین احمد ملتان میں شٹرنگ کے سامان کا کام کرتا ہے، اور وہ بھی سکہ بند قادیانی ہے۔ مذکورہ قادیانی لیڈی ڈاکٹر اور اس کے شوہر کا اٹھنا بیٹھنا اور تعلقات قادیانیوں کے ساتھ ہی ہیں۔

ڈاکٹر کوثر سلطانہ کی طرف سے تبلیغِ قادیانیت کی، سراسر خلافِ آئین اور خلافِ اسلام سرگرمیوں کی وجہ سے میاں چنوں شہر اور ضلع خانیوال کے مضافات کے مسلمانوں میں شدید اضطراب پایا جاتا ہے۔

اس صورت حال میں کسی بھی وقت کوئی ناخوشگوار واقعہ بھی پیش آسکتا ہے، کیونکہ قادیانیت کے تبلیغ کے غیر آئینی اور خلافِ اسلام طرزِ عمل کی وجہ سے مسلمانوں کی طرف سے شدید ردِ عمل فطری اور آئینی ہے جسے روکنا مشکل ہے۔

ضلعی انتظامیہ اور محکمہ صحت حکومت پنجاب اس صورت حال کا فوری نوٹس لے اور مذکورہ قادیانی لیڈی ڈاکٹر کا فوری تبادلہ کر کے غیر آئینی اور خلافِ اسلام سرگرمیوں کی تحقیقات کر کے اس پر مقدمہ قائم کرے۔

امید ہے کہ اعلیٰ افسران اس نازک اور حساس معاملہ کا فوری نوٹس لے کر امن وامان قائم کرنے کی ذمہ داری پوری کریں گے۔

سید محمد کفیل بخاری
مدیر ماہنامہ نقیب ختم نبوت
دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان
فون: دفتر 511961

عبداللطیف خالد چیمہ
مرکزی سیکرٹری نشرواشاعت: مجلس احرار اسلام پاکستان
مرکزی ڈپٹی رابطہ سیکرٹری کل جماعتی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت پاکستان
فون دفتر، چیچہ وطنی: 611657 - 610953

محمد عمر فاروق

کیا سر ظفر اللہ خان تحریک پاکستان میں شامل تھے؟

اے این پی کے رہبر خان عبد الولی خان کچھ عرصہ کی خاموشی کے بعد پھر بانیٔ پاکستان محمد علی جناح اور مسلم لیگ کے درپے ہیں۔ انہوں نے چند سال پہلے اپنی کتاب میں یہ مضحکہ خیز دعویٰ کیا تھا کہ قرارداد پاکستان سابق وزیر خارجہ سر ظفر اللہ خان قادیانی نے تیار کی تھی۔ چونکہ سر ظفر اللہ خان قادیانی کا تحریک پاکستان میں کردار جناب ولی خان کے دعویٰ کی نفی کرتا ہے۔ اس لئے اس سلسلے میں کچھ معروضات پیش خدمت ہیں۔

یہ حقیقت ذہن میں رہنی چاہیے کہ آنجہانی چودھری ظفر اللہ خان سکہ بند قادیانی تھے اور وہ اپنے قادیانی سربراہ مرزا بشیر الدین محمود کے تمام احکامات کو مقدم سمجھتے اور ان کی بجا آوری کو مذہبی فریضہ جان کر انجام دیتے۔ جس کی تصدیق ظفر اللہ خان کی کتاب "تحدیث نعمت" سے کی جا سکتی ہے۔ قادیانی جماعت روز اول سے ہی تحریک آزادی اور آخر میں تحریک پاکستان کی شدید مخالف رہی۔ اہل نظر بخوبی آگاہ ہیں کہ قادیانیت کی اٹھان ہی انگریز کی بلامشروط اطاعت سے ہوئی تھی اسلئے ان کا ہر قدم اور عمل انگریز سرکار کی خوشنودی کے لئے ہوتا تھا۔ خود بانیٔ قادیانیت آنجہانی مرزا غلام احمد قادیانی، اپنے آپ کو "انگریز کا خود کاشتہ" پودا کہلاتے اور انگریزی حکومت کے وفادار ہونے پر خوشی سے بغلیں بجاتے تھے۔ نیز ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں مجاہدین کے خلاف اپنے والد مرزا غلام مرتضیٰ کی انگریزی خدمات کا تذکرہ کرنا باعث فخر سمجھتے تھے۔ مرزا قادیانی کی کتب انگریز حکومت کی تعریفوں سے بھری پڑی ہیں۔ مرزا کے فرزند و جانشین مرزا بشیر الدین محمود بھی سرکار برطانیہ کی خدمت گزاری میں اپنے والد سے کم نہ تھے۔ مرزا بشیر الدین نے ہی سر ظفر اللہ خان کو حکومت برطانیہ کے ایماء پر فلسطین کے دورے پر بھیجا تھا۔ جنہوں نے صیہونی ریاست اسرائیل کے قیام کے لئے اپنی صلاحیتیں بروئے کار لائیں۔

پنجاب میں انگریزوں کے سب سے بڑے حاشیہ بردار سر فضل حسین تھے۔ وہ جناح صاحب کا پنجاب میں مقبول ہونا سخت ناپسند کرتے تھے۔ جب بانیٔ پاکستان محمد علی جناح نے مجلس احرار اسلام، جمعیت علماء ہند اور دیگر مسلمان حریت پسند جماعتوں کے ساتھ مل کر مسلم پارلیمنٹری بورڈ بنایا تھا تو انہی سر فضل حسین کی کارستانیوں کے طفیل جناح کا مسلم اتحاد کا وہ خواب چکنا چور ہو گیا تھا۔ سر فضل حسین گورنمنٹ کی ہدایت پر ظفر اللہ خان پر حد درجہ مہربان تھے۔ آپ نے پہلی گول میز کانفرنس میں سر ظفر اللہ خان کو لندن بھجوایا جس کا مقصد ان کے اپنے بقول یہ تھا کہ "سر ظفر اللہ خان کانفرنس میں کانگریسی لیڈروں کی غیر موجودگی میں

محمد علی جناح کو دو بدو جواب دے اور یہ کہہ سکے کہ جناح کے خیالات ہندوستانی مسلمانوں کے خیالات نہیں ہیں (سر ہیلکم ہیلی کے نام سر فضل حسین کا خط، ۱۰ مئی ۱۹۳۰ء) گویا گول میز کانفرنس میں ظفر اللہ خان، محمد علی جناح کے بالمقابل چنے گئے اور انہوں نے یہ خدمت بھی بطریق احسن انجام دی۔

لندن سے واپسی پر ۲۵ دسمبر ۱۹۳۱ کو آل انڈیا مسلم لیگ دہلی کے اجلاس کی صدارت کے لئے قادیانیوں نے شب خون مارا اور ظفر اللہ خان کی صدارت کا اعلان کر دیا۔ جس کا ردِ عمل مسلمانوں میں شدید ہوا اور ان کی یہ سازش ناکام بنادی گئی۔ تو قادیانیوں نے مسلم لیگ کو دو دھڑوں میں تقسیم کرا دیا۔ ظفر اللہ خان مسلمانوں میں اپنی قادیانیت اور سازشی ذہن کی وجہ سے مشکوک اور "متروک" ہو گئے۔ اس ناپسندیدگی کا اظہار نہ صرف عام مسلمانوں بلکہ صف اوّل کی مسلمان قیادت میں بھی پایا جاتا تھا۔ جس کا اظہار علامہ محمد اقبال کے اس خط سے بھی ہوتا ہے۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب ۱۹۳۱ء میں مجلس احرار اسلام کی تحریک کشمیر کے نتیجے میں پچاس ہزار افراد گرفتار ہوئے تھے۔ بعد ازاں اکثر اسیروں پر مقدمات قائم کیے گئے جو طویل عرصہ تک چلتے رہے۔ ۱۹۳۴ء میں علامہ اقبال نے بعض مقدمات کی پیروی کے لئے مسٹر نعیم الحق اور شیخ عبدالحمید ایڈووکیٹ کو آمادہ کیا۔ اسی دوران میرپور کے ایک مقدمہ کے کاغذات انہیں موصول ہوئے اور علامہ اقبال یہ مقدمہ بھی مسٹر نعیم الحق ایڈووکیٹ کے سپرد کرنا چاہتے تھے کہ معلوم ہوا کہ اس کیس کی پیروی چودھری ظفر اللہ خان کریں گے۔ جس پر علامہ اقبال نے لکھا کہ "چودھری ظفر اللہ خان کیوں اور کس کی دعوت پر وہاں جا رہے ہیں۔ شاید کشمیر کانفرنس کے بعض لوگ ابھی تک قادیانیوں سے خفیہ تعلقات رکھتے ہیں (مکاتیبِ اقبال صفحہ ۴۳۵)

گول میز کانفرنسوں میں سر ظفر اللہ خان مسلمانوں کے ہر جائز مسئلے اور مطالبے کی مخالفت پر کمر بستہ رہے۔ یہاں تک کہ "تیسری گول میز کانفرنس کے موقع پر لفظ پاکستان اور پاکستان سکیم کو طلباء کی سکیم اور اسے ناقابل عمل اور باطل خیال قرار دیا" (قائد اعظم از جی الانہ ص ۳۰۷)

ظفر اللہ خان کی ان برطانوی خدمات کا سر سیموئل ہور وزیر ہند نے اعتراف کرتے ہوئے کہا کہ "ہندوستان میں ان کا مستقبل نہایت شاندار ہے اور امید ظاہر کی کہ آپ دولت برطانیہ کے ہمیشہ مخلص رہیں گے۔ (الفضل قادیان ۲۴ جولائی ۱۹۳۴)

جب سر فضل حسین ۱۹۳۴ء میں وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل سے علیحدہ ہوئے تو انہوں نے ظفر اللہ خان کو اپنا جانشین مقرر کرانا چاہا۔ سر فضل حسین ایسے قدیمی خدمت گزار کی بات انگریز کب ٹال سکتا تھا۔ لہذا اس تجویز پر حکومتی حلقوں میں غور و خوض شروع ہوا۔ جب اس کی اطلاع مسلمانوں کو ہوئی تو اس پر شدید احتجاج ہوا۔ مجلس احرار اسلام کا ایک وفد وائسرائے سے ملا جس میں مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی، میر احمد حسین شملہ اور مسٹر محمود احمد کاظمی ایڈووکیٹ ہائی کورٹ الہ آباد شامل تھے۔ وفد نے مسلمانوں کی سیٹ پر قادیانی نمائندے کی تقرری پر احتجاج کیا لیکن سر فضل حسین اور قادیانیوں کی دوہری حمایت کے صلے میں

۱۰/اکتوبر ۱۹۳۴ء کو سر ظفر اللہ کو وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل کا ممبر نامزد کردیا گیا۔

۱۹۳۴ء میں پنڈت نہرو نے قادیانیوں کی حمایت میں مضمون شائع کیا تو اس کے جواب میں علامہ محمد اقبال نے کئی مضامین لکھے۔ جس پر قادیانی حلقوں میں بجلی کوند گئی اور قادیانی علامہ اقبال کے خلاف ریشہ دوانیوں میں مصروف ہوگئے۔ اور کانگریس سے راہ ورسم بڑھانے لگے۔ ۱۹۳۶ء میں قادیانیوں نے لاہور کے مقام پر پنڈت نہرو کا زبردست استقبال کیا جس میں سر ظفر اللہ خان کے حقیقی بھائی چودھری اسد اللہ خان اپنے بھائی کی نمائندگی کے لئے موجود تھے۔ (الفضل ۳۱، مئی ۱۹۳۶ء)

۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء میں جب مسلمانان ہند نے قرارداد پاکستان منظور کی تو قادیانی بوکھلا گئے اور تحریک پاکستان کی راہ میں روڑے اٹکانے کے لئے تیزی سے سرگرم ہوگئے۔ ظفر اللہ خان نے ۱۲، مارچ ۱۹۴۰ء کو لارڈ لنلتھگو کے نام ایک طویل خط میں علیحدہ مسلم ریاست کے قیام کی شدید مخالفت کی۔ گویا انہوں نے قراردِ پاکستان کی منظوری سے قبل ہی انگریز سرکار کے لئے جاسوسی کا آغاز کردیا تھا۔

قادیانی قیام پاکستان کو اپنی جماعت کے لئے مضر خیال کرتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ وہ پاکستان کی مخالفت کے لئے کانگریس کی ہمنوائی سے بھی دریغ نہیں کر رہے تھے۔ تحریک پاکستان میں ڈیڈلاک پیدا کرنے کے لئے ظفر اللہ خان کسی سے پیچھے نہ تھے۔ ان کی بھرپور کوشش تھی کہ پاکستان معرض وجود میں نہ آئے۔ جس کے لئے انہوں نے ۱۹۴۴ء میں ایک پمفلٹ بھی تحریر کیا۔ جس کا نام "دی ہیڈ آف احمدیہ موومنٹ" تھا اور انہوں نے اس میں مرزا بشیر الدین محمود کے پاکستان دشمن خیالات و نظریات اور ان کی شخصیت کو پیش کیا۔ اس میں ظفر اللہ نے مرزا بشیر الدین کے نظریات کی ترجمانی کرتے ہوئے اور اپنے خبث باطن کا مظاہرہ کرتے ہوئے لکھا کہ "مرزا بشیر الدین محمود احمد "اکھنڈ بھارت" کے موئید ہیں اور پاکستان جیسی علاقائی تحریک کے مخالف ہیں (سر ظفر اللہ، دی ہیڈ آف احمدیہ موومنٹ صفحہ ۲۶، لندن) اس پمفلٹ کو وسیع پیمانے پر ہندوستان بھر میں پھیلایا گیا۔ مذکورہ عبارت سے ظفر اللہ اور مرزا بشیر الدین کے پاکستان دشمن خیالات پر غور فرمائیے۔ ایک طرف تو وہ، بعد میں مسلم لیگ کی محبت کا دم بھرنے لگے تھے۔ اور دوسری طرف اکھنڈ بھارت کے منصوبے کو بھی پروان چڑھا رہے تھے۔ اسی اثناء میں مرزا بشیر الدین نے قادیان کو خود مختار اور علیحدہ ریاست کے طور پر برقرار رکھنے کے لئے خاص تگ ودو کی۔ اس نے لیبر حکومت کو ایک میمورنڈم کے ذریعے قادیان کو رومن کیتھولک پوپ کے شہر ویٹیکن کا درجہ دینے کی استدعا کی جو مسترد کردی گئی۔ اور مزید برآں بشیر الدین محمود نے سکھ لیڈر وریام سنگھ سے آزاد پنجاب کے سوال پر گفت وشنید اور پنجاب کو تقسیم ہونے سے بچانے اور قادیان کے تحفظ کے لئے کافی دوڑ دھوپ کی جو کامیاب نہ ہوسکی (قادیانی ترجمان الفضل ۱۲ جنوری ۱۹۵۵ء)

۱۹۴۵ء مسلم لیگ کا عروج کا دور تھا۔ جب قادیانیوں نے بعض مصلحتوں کے پیش نظر مسلم لیگ کی حمایت کا اعلان کیا۔ لیکن درپردہ یونینسٹوں اور آزاد امیدواروں کے حق میں ووٹ ڈالے اور جب قادیانی

مذہبی ڈیرے داروں اور ان کے سیاسی شاطروں کی شدید مخالفت اور چالبازیوں کے باوجود پاکستان کا قیام ایک اٹل حقیقت بن کر دکھائی دینے لگا تو مرزا بشیر الدین، ظفر اللہ کے بھائی اسد اللہ خان اور دیگر قادیانیوں کے ہمراہ دہلی گئے اور وہاں ممتاز لیگی رہنماؤں کے علاوہ پنڈت نہرو سے بھی ملاقات کی۔ پاکستان کی واضح حقیقت نظر آنے پر مرزا بشیر الدین نے پینترا بدلا اور ۱۴ مئی ۱۹۴۷ء کو کہا کہ "میں قبل ازیں بتا چکا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت ہندوستان کو اکٹھا رکھنا چاہتی ہے۔ لیکن قوموں کی منافرت کی وجہ سے عارضی طور پر الگ بھی کرنا پڑے.......... یہ اور بات ہے کہ ہم ہندوستان کی تقسیم پر رضامند ہوئے تو خوشی سے نہیں، بلکہ مجبوری سے اور پھر یہ کوشش کریں گے کہ کسی نہ کسی طرح پھر متحد ہو جائیں (الفضل ۱۷ مئی ۱۹۴۷) مرزا کا یہ بیان اکھنڈ بھارت منصوبے کا بھی واضح اشارہ دیتا ہے۔ اس سے پہلے مرزا نے ۱۱ جون ۱۹۴۴ کو اپنی ایک تقریر میں پاکستان کے مطالبے کو غلامی مضبوط کرنے والی زنجیر قرار دیا تھا۔

اسی طرح ۳، جون ۱۹۴۷ کو مرزا بشیر الدین نے اپنے ایک پمفلٹ "سکھ قوم کے نام دردمندانہ اپیل" میں لکھا کہ "میں دعاء کرتا ہوں کہ اے میرے رب میرے اہل ملک کو سمجھ دے۔ اول تو ملک بٹے نہیں اور اگر بٹے تو اس طرح بٹے کہ پھر مل جانے کے راستے کھلے رہیں" پھر ۳ اپریل ۱۹۴۷ء کو ظفر اللہ خان کے بھتیجے کی تقریب نکاح میں بھی انہی خیالات کا اظہار کیا اور کہا کہ "انہیں کوشش کرنی چاہیے کہ یہ حالت جلد دور ہو اور اکھنڈ ہندوستان بنے۔ جہاں ساری قومی شیر و شکر ہوں۔ (الفضل ۵ اپریل ۱۹۴۷ء)

ان بیانات سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ مسلم لیگ کی حمایت کا اعلان قادیانیوں نے عوام اور رہنماؤں کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لئے کیا تھا۔ جب کہ ان کے متذکرہ بیانات و اعلانات ان کی مسلم دشمنی اور ملک دشمنی کے گواہ ہیں۔ سر ظفر اللہ اپنے اس روحانی پیشوا کے ہمنوا اور ہمرکاب تھے۔ اور انہوں نے مرزا بشیر الدین کے ہر قول و فعل پر حرف تصدیق ثبت کیا۔

جب ہندوستان کی تقسیم اور اس کی حد بندی کا مرحلہ درپیش آیا تو پاکستان کی طرف سے باؤنڈری کمیشن کے تین ممبر منتخب ہوئے۔ جن میں جسٹس منیر احمد، ظفر اللہ خان اور جسٹس دین محمد شامل تھے۔ باؤنڈری کمیشن میں بحیثیت ممبر سر ظفر اللہ خان نے بھیانک کردار اداء کیا۔ علاوہ ازیں مسلم لیگ کے کیس کو کمزور کرنے کے لئے قادیانی جماعت نے کمیشن کے سامنے اپنا علیحدہ میمورنڈم پیش کیا جو آج بھی ریکارڈ پر موجود ہے سر ظفر اللہ خان اگرچہ مسلم لیگ کے وکیل تھے لیکن انہوں نے قادیانی جماعت کی وکالت کو مقدم رکھا۔ کمیشن کے تیسرے ممبر جسٹس دین محمد مسلم لیگ کے میمورنڈم کا مطالبہ کرنے کے تھوڑی دیر بعد ایک تقریب میں چودھری ظفر اللہ خان سے ملے۔ "انہوں نے علیحدگی میں چودھری ظفر اللہ کی توجہ اس بات کی طرف مبذول کرائی کہ میمورنڈم میں مسلم لیگی مطالبات کو عجیب طرح پیش کیا گیا تھا۔ جس کا نتیجہ خطرناک ہو سکتا ہے۔ چودھری ظفر اللہ خان نے جواب دیا کہ مسلم لیگ نے مجھے وکیل مقرر کیا ہے۔ مطالبات مرتب کرنا مسلم لیگ کا کام تھا۔ وکیل کا کام صرف موکل کے مطالبات کی وکالت کرنا ہے (مارشل لاء سے مارشل لاء تک

از نور احمد،)

اس بیان سے ظفر اللہ خان کا منافقانہ اور سازشی کردار عیاں ہوتا ہے۔ ظفر اللہ خان کی عیاری سے ہی گورداسپور، کشمیر اور پٹھان کوٹ کے مسلم اکثریتی علاقے ہندوستان کی طرف چلے گئے کیونکہ ان کا مقصد یہ تھا کہ قادیان جو کہ ضلع گورداسپور میں تھا، ہندوستان میں ہی رہے۔ جب کبھی قادیانیوں پر پاکستان میں مشکل وقت آ گئے تو قادیان ان کے لئے مضبوط پناہ گاہ کا کام دے سکے۔ ممتاز مسلم لیگی رہنما میاں امیر الدین مرحوم نے ۱۶ اگست ۱۹۸۴ء کو "ہفت روزہ چٹان" سے ایک انٹرویو میں اعتراف کیا ہے کہ "باؤنڈری کمیشن کے مرحلہ پر ظفر اللہ خان کو مسلم لیگ کا وکیل بنانا مسلم لیگ کی بہت بڑی غلطی تھی۔ جس کے ذمہ دار لیاقت علی خان اور چودھری محمد علی تھے۔ ظفر اللہ خان نے پاکستان کی کوئی خدمت نہیں کی بلکہ پٹھان کوٹ کا علاقہ اسی کی سازش کی بناء پر پاکستان کی بجائے ہندوستان میں شامل ہوا۔"

جب جناح صاحب کی قیادت میں آل انڈیا مسلم لیگ نے ۲۹، جولائی ۱۹۴۶ء کے اجلاس میں راست اقدام کرنے کے فیصلے کے علاوہ یہ بھی فیصلہ کیا کہ اپنے اعزازات وخطابات جو غیر ملکی گورنمنٹ نے عطاء کیے ہیں۔ واپس کر دیئے جائیں تو ظفر اللہ واحد آدمی تھے۔ جس نے انگریزوں کی یادگار اور ان کے عطاء کردہ خطاب "سر" کو واپس کرنے سے صاف صاف انکار کر دیا تھا۔ جب ہفت روزہ "آتش فشاں" لاہور کے نمائندے نے ۹، مئی ۱۹۸۰ء، کو ظفر اللہ خان سے اس کی بابت سوال کیا تو انہوں نے کمال بے نیازی بلکہ ہٹ دھرمی سے جواب دیا کہ "میں ان باتوں کو کوئی وقعت نہیں دیتا کہ خطاب ملے نہ ملے اور اگر خطاب ہو تو چھوڑ دیا جائے یا رکھ لیا جائے۔

وہ خطاب چھوڑ بھی کیسے سکتے تھے کہ یہ ان کے فرنگی آقا کی نشانی تھی اور خدمت واطاعت فرنگ ان کے مذہب کا تقاضا اور منشا تھی۔ بانیٔ پاکستان نے ایسے ہی لوگوں کے متعلق فرمایا تھا کہ "میری جیب میں کھوٹے سکے ہیں"۔ جناح صاحب نوزائیدہ ملک پاکستان کے لئے انہیں کھوٹے سکوں سے ہی کام لے رہے تھے۔ انہوں نے اپنی مصلحتوں کے پیش نظر جنرل سر ڈگلس گریسی کو پاکستان آرمی کا کمانڈر چیف، سردار جوگندر ناتھ منڈل کو وزیر قانون اور ظفر اللہ خان کو وزیر خارجہ بنانے کا فیصلہ کیا۔ جب ظفر اللہ نے وزارت خارجہ جیسے اہم منصب کو قادیانیت کی بیرون ملک تبلیغ اور پاکستان کی خارجہ پالیسی کو سامراجیت کی بنیادوں پر استوار کرنے کے لئے اپنے فرائض کا ناجائز فائدہ اٹھایا تو جناح صاحب نے ان کی سازشوں سے آگاہ ہوتے ہی انہیں وزارت خارجہ سے نکالنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ ۱۹۴۸ء میں کشمیر سے واپسی پر کراچی میں راجہ صاحب محمود آباد کو آپ نے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا کہ "سر ظفر اللہ کی وفاداریاں مشکوک ہیں میں ان پر کڑی نظر رکھے ہوئے ہوں اور عملی اقدامات اٹھانے کے لئے اب مجھے مناسب وقت کا انتظار ہے" (بحوالہ قائد اعظم کی تقاریر)

لیکن آپ کی دن بدن گرتی ہوئی صحت اور پھر اچانک رحلت کی وجہ سے یہ معاملہ کھٹائی میں پڑ گیا۔ جناح صاحب کی زندگی میں ظفر اللہ خان محتاط اور چوکنا تھے۔ لیکن ان کی وفات کے بعد جب کہ ابھی ان کا جسد

خاکی لحد میں بھی نہ اترا تھا ظفر اللہ خان کی قادیانیت میں اُبال آیا اور انہوں نے بانی پاکستان اور اپنے عظیم محسن کا جنازہ پڑھنے سے انکار کر کے نمک حرامی اور محسن کشی کی مثال قائم کردی جب ان سے جنازہ نہ پڑھنے کے متعلق پوچھا گیا۔ تو انہوں نے انتہائی دیدہ دلیری سے زہر افشانی کرتے ہوئے جواب دیا کہ "مجھے کافر حکومت کا مسلمان وزیر یا مسلمان حکومت کا کافر وزیر سمجھ لیں۔" ان کا یہ کہنا اس پس منظر میں تھا کہ قادیانیوں کے نزدیک مرزا غلام احمد قادیانی کو نہ ماننے والے تمام لوگ کافر ہیں۔ انہوں نے جناح صاحب کو بین السطور اکن الفاظ سے پکارا.........اس کی وضاحت کی ضرورت نہیں ہے۔ سر ظفر اللہ خان اور ان کی جماعت نے قادیانی پوپ پال کے حکم پر قیام پاکستان کو ناممکن بنانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ لیکن اللہ کے فضل و کرم سے ایسے غداروں کے ناپاک ارادوں کے علی الرغم پاکستان دنیا کے نقشے پر ابھر کر رہا۔ تحریک پاکستان میں ظفر اللہ خان اور ان کی جماعت کی آخری دور میں شمولیت فقط انگریز کے ایک مہرے کے طور پر تھی۔ تاکہ مسلم لیگ کے اکابر کی سرگرمیوں کی رپورٹ ان کے ذریعے حکام تک پہنچتی رہے۔ اور در پردہ قادیانی مسلمانوں کے لئے مسائل و مشکلات پیدا کرتے رہیں۔ ایسے ہی احسان ناشناسوں کی بدولت ملک و قوم کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا جس کا خمیازہ ہم آج تک بھگت رہے ہیں۔ ظفر اللہ خان اگر قادیان بچانے کے لئے کشمیر کا سودا نہ کرتے تو آج کشمیری مسلمان پاکستان کی آزاد فضاؤں میں سانس لے رہے ہوتے۔ اسی طرح ظفر اللہ خان نے ملکی خارجہ پالیسی کو برطانوی اور امریکی سامراج کی حسب منشا اس طرح ترتیب دیا کہ پاکستانی قوم آج تک ان کے چنگل سے نہیں نکل سکی اور ستم یہ کہ بیرونی پاکستانی سفارت خانوں کے ذریعے قادیانیت کی تبلیغ کر کے سینکڑوں سادہ لوح مسلمانوں کو ارتداد کا شکار کیا۔ ممتاز صحافی جناب حمید نظامی مرحوم کے بقول "پاکستانی سفارت خانے قادیانی تبلیغ کے اڈے بنے ہوئے تھے" وطن عزیز اور عوام آج جن اقتصادی اور سیاسی مسائل کا شکار ہیں اگر ان کا بغور جائزہ لیا جائے تو منکشف ہوگا کہ اس تمام بگاڑ کے پیچھے سر ظفر اللہ خان، ایم ایم احمد، جنرل نذیر احمد، جنرل اختر حسین، جنرل عبدالعلی، جنرل اختر حسین اور ڈاکٹر عبدالسلام ایسے قادیانیوں کا نادیدہ ہاتھ کارفرما ہے۔

چاہے یہ بحران ناقص خارجہ پالیسی کی شکل میں ہیں یا ابتر معاشی منصوبہ بندیوں کی صورت میں۔ یہ بحران ہم پر مسلط کی گئیں ۱۹۶۵ء یا ۱۹۷۱ء کی جنگوں کی شکل میں تھے یا سائنسی ترقی اور ٹیکنالوجی کی عدم فراہمی میں رکاوٹوں اور مسائل کی صورت میں، ان سب میں یہ حضرات اپنے قادیانی پیشواؤں کی ہدایات پر کسی نہ کسی طرح ملوث رہے ہیں۔ اور یہ تمام ناقابل تردید حقائق آن دی ریکارڈ ہیں۔ باباۓ صحافت مولانا ظفر علی خان تو برسوں پہلے منکرین ختم نبوت کی دسیسہ کاریاں دیکھ کر کہہ گئے ہیں۔

مسیلمہ کے جانشیں، گِرہ کٹوں سے کم نہیں
کتر کے جیب لے گئے، پیمبری کے نام

انجینئر ابو انیس فاروقی

نبوت و رسالت ـــــ مقام نبوت کی الٰہی تعبیر

تحقیقی جائزہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيِّينَ مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ وَأَنزَلَ مَعَهُمُ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ (2/212)

(ایک دور تھا) انسانیت امت واحدہ تھی (جب وحدت کی مالا ٹوٹ کو بکھری تو) پھر اللہ نے نبیوں کو بطور مبشر و منذر بنا کر بھیجا اور ان (میں سے ہر ایک) پر الکتاب نازل کی تا کہ ان (لوگوں) کے درمیان (پیدا ہونے والے) اختلافات کے بارے میں وہ فیصل و حکم کا کردار ادا کرے۔

وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُم بَيْنَهُم بِمَا أَنزَلَ اللّٰهُ (5/ 48)

اور ہم نے آپ کی طرف الکتاب (قرآن) نازل کی جو حقائق سے بھرپور ہے اور سابقہ کتب میں موجود حقیقتوں (مواعید و دعاوی) کی مصدق ہے اور نگران و نگہبان بھی۔

قرآن مجید کی مذکورہ دو آیات میں نبوت و رسالت کا مقصد حقیقی نہایت بلیغ انداز میں بیان کر دیا گیا ہے ان الفاظ و جمل میں نبوت کے مفہوم پر روشنی پڑتی ہے۔ مثلاً نبوت و کتاب کو لازم و ملزوم قرار دے کر صاحب نبوت اور کتاب کے عمل کو ایک دوسرے کا مترادف بتایا ہے۔

نبوت کی ضرورت کب اور کیوں پیش آئی؟۔ ایک دور تھا جب انسان ہمہ قسم کے نفاق و انتشار سے قطعاً ناآشنا، اتفاق و اتحاد ایسی جنگ باغوش زندگی بسر کر رہے تھے۔ قرآنی لفظ الناس اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ شعور سے وابستہ زندگی کی اکائیوں کا اجتماع اسی سے معنون تھا اور رہے گا۔ جب تک یہ اکائیاں مالا کے موتیوں کی طرح مربوط و متحد رہیں تو کسی مصلح، مبشر اور منذر کی ضرورت پیش نہ آئی لیکن جوں ہی یہ موتی بکھرے انہیں پھر سے پرونے کے لیے انبیاء و مرسلین کا سلسلہ شروع ہوا خلاق العلمین کو انسانوں کی جماعت میں کسی لحاظ سے فرقہ بندی و گروہ سازی ناگوار تھی۔ افراد معاشرہ کو وحدت و مودت ایسے مضبوط رشتوں میں مستحکم و منظم رکھنا مھبط وحی کا اولین فریضہ قرار پایا جس کے لئے ضابطہ و دستور بھی خود ہی عطا فرمایا۔

انسانوں کا پہلا گروہ اگرچہ شعوری طور پر طفلانہ دور سے گزر رہا تھا مگر صورت حال کے پیش نظر اس کی اصلاح کے لئے جس شخص کا بطور رہبر انتخاب ہوا اسے بھی نبی ہی کہا گیا جو یقیناً اپنی امت کے انفرادی واجتماعی شعور کے علی الرغم شعور کے جملہ جہت اوصاف سے بدرجہ اتم متصف تھا نابغہ (Genius) ہونا حامل

نبوت کی خصوصیات میں شامل ہوتا ہی ہے مگر وہ سیرت و کردار کے افقِ اعلیٰ پر براجمان ہوتا ہے۔ ربِ کائنات کے عطا فرمودہ احکام و فرامین کو زمانے کے حالات کے مطابق نافذ کرنا اس کے ذہین و فطین ہونے کی ایک دلیل ہے۔ اللّٰہ اعلم حیث یجعل رسالتہ.......(6/125) اللہ حامل منصب رسالت و نبوت کی حیثیت سے خوب خوب واقف ہے۔

مذکورہ سطور میں نبوت کے دائرہ کار یا حامل نبوت کی حیثیت کو بالاختصار بیان کیا جائے تو تین نمایاں پہلو سامنے آتے ہیں

* تعلیم و تزکیہ بالکتاب * تدریس وحدت * تنظیم معاشرت و تشکیل ریاست

مگر بد قسمتی سے نبوت کے اس الوہیاتی منصب کی خلاف حقیقت جو تشریحات و توضیحات ہوئی ہیں ان سے کذابوں اور دجالوں نے اپنے لئے نبوت و رسالت کی راہیں ہموار کرنا شروع کردیں نہ صرف یہ بلکہ دعویٰ نبوت تک کر ڈالا---- نبوت جو ملّی وحدت کی امین ہے ایسے بد باطنوں کے ہاتھوں تشتت کا سبب بن گئی قرآن نے اسے انعام---- رحمت---- موہبت ---- کہا تھا یار لوگوں نے ریاضتوں اور مشقتوں کے ذریعے اپنے تئیں اس کا مستحق ہونے کا اعلان کردیا---- "اختصاص رحمت" (نبوت) سعی و محنت کی رہین منت نہیں ہوتی۔ واللّٰہ یختص برحمتہ من یشاء (2/105)

کے مطابق یہ منصب خالص وہبی و عطائی ہے اور نہ کسی کی سفارش و تائید کا محتاج--- کیونکہ لا ینال عہدی الظلمین (2/124) (میرا وعدہ ظالموں کے لئے نہیں) اس کا معیار ہے۔

اس عظیم اصطلاح کو جس قسم کا لغوی و معنوی مفہوم دیا گیا اس کی منزہ و مصفّٰی اور پاکیزہ حیثیت و اہمیت قبائے عجم میں چھپ گئی افراط تفریط کی انتہائی اطراف پر رکھ کر اس کے اعتدال و توازن کو پائمال کردیا گیا فلسفیانہ موشگافیوں سے اسے حقیقت مطلقہ (Absolute Reality) ایسے افلاطونی افکار میں سمو دیا گیا یا پھر سطح بین علماء کی "کہانت" پر مبنی مخترعہ داستانوں میں گم کردیا گیا------ اول الذکر کے ذریعے مہبط نبوت کو فاطر و خالق کائنات کے ہمدوش کھڑا کردیا گیا اور آخر الذکر کے حوالے سے صاحب رسالت کو "کاہن و ساحر" کا پست درجہ دے دیا گیا (العیاذ باللہ) ------ اس قسم کی مزعومہ کثافت اور آلودگی سے خلعت نبوت داغدار کرنے کی کوششیں ہوئی ہیں--------- ہمارے ارباب علم نے محض "خبریں دینے، پیشگوئیاں کرنے اور نشانات دکھانے والے "کو نبی کا معنی و مفہوم عطا کردیا اور یوں بزعم خویش "جادوئی یا شعبداتی عمل" اساس نبوت قرار پایا----- اپنی جگہ یہ بات درست کہ عربی لغات اور اس کے قواعد پر مفتوح مجوسیوں، نصرانیوں اور یہودیوں نے اپنے افکار کی ملمع کاری کی تاہم رطب و یابس کی اس پٹاری میں گم حقائق بھی ڈھونڈے سے مل جاتے ہیں خصوصاً جب قرآن ایسے حقیقی، بنیادی اور سب سے بڑھ کر الوہیاتی معیار پر انہیں پرکھا جائے تو کامل رہنمائی کا سامان ہوجاتا ہے بس شرط یہ ہے کہ نیتیں درست اور سوچیں راست ہوں

اور قرآن کو بطور مصدر و منبع اور ہادی و رہنما مان لیا جائے ان هذاالقرآن یهدی للتی هی اقوام (17/9)
یقیناً یہ قرآن ہی تو ہے جو انتہائی راست (راہوں کی) رہنمائی کرتا ہے

اغراضِ رسالت اور مقاصد نبوت پر برائے راست گفتگو کرنے سے پیشتر ضروری ہے کہ "نبی" اور اس کے مصدر یا مشتقات پر نقد و نظر کر لی جائے جب یہ بنیادی نکتہ نکھر کر سامنے آجائے گا تو پھر آمدہ مباحث سمجھنے میں بڑی مدد ملے گی۔

لغات کی تقریباً تمام کتب میں "نبی" --- "نبوت" کا مادہ ن ب أ (همزہ بشکل الف) بتایا گیا ہے یہ ذہن میں رہے کہ زبان عرب میں ءَ (ہمزہ) کی اپنی کوئی شکل نہیں پھر اس کے قبل وما بعد حروف کی حرکی (اعرابی) حالت کے پیش نظر تخفیف، ابدال یا تعلیل کے قواعد کو پیش نظر رکھنا لازم ہوجاتا ہے۔ آئندہ جہاں ضرورت پیش آئی تو ان قواعد سے استفادہ کیا جائے گا۔

ن ب أ یا ن ب وَ بطور مادہ (Root)

طالب علمی کے زمانے میں اساتذہ کرام کے ساتھ گفتگو کے دوران جب یہ اشکال ان کے سامنے رکھا گیا کہ ن ب أ کے مادے سے "نبیت" بطور مصدر تو قابل فہم ہے مگر "نبوت" کا قرینہ کچھ سمجھ میں نہیں آتا تاوقتیکہ ن ب وَ (ہمزہ بشکل واوٌ) کے حروف بطور مادہ تسلیم نہ کئے جائیں لغات کی کتب میں اگرچہ ن ب أ کے مادہ ہی سے تمام مشتقات ملتے ہیں مگر کہیں ن ب وَ کے حروف بطور مادہ (Root) استعمال نہیں کئے گئے اگر ایسا ہوتا تو کہا جاسکتا تھا کہ اس سے فعیل کے وزن پر "نبیوٌ" بنتا ہے جو تعلیلات کے بعد "نبی" بنا یہ بات تو ضمناً آگئی اگر مادہ ن ب أ ہی پر اکتفا کیا جائے تو بھی اہل زبان نے اس کے اکثر مشتقات کے مرکزی مفہوم میں "بلندی" رفعت---ارتفاع-----ابھرا ہوا---نکھرا ہوا---وغیرہ کو اہمیت دی ہے۔ اگرچہ اس مادہ سے ماضی مطلق کے بننے والے پہلے صیغے نبأ کا ترجمہ "خبر دینا" کے کئے گئے ہیں مگر دور حاضرہ کے معروف لغت نویس ڈاکٹر روحی بعلبکی نے عربی انگریزی المورد میں "ب" کے صلہ کے ساتھ "خبر دینا" کا ترجمہ لکھا ہے ملاحظہ کیجئے

نبأ (ب) (یعنی ب بطور صلہ): اخبر، نقل الیٰ، اعلن

To inform of or about, tell about, let know about, to announce

(المورد مطبوعہ دار العلم للملایین بیروت چوتھا ایڈیشن ۱۹۹۲ء صفحہ ۴۷ا اور ۱۱۵۵-۱۱۵۶)

جب کہ اسی لغات میں نبأ (بغیر بطور صلہ) کا معنی ارتفع، برز

to become high, elevated, to motrude, be or become prominent (page: 1155)

یعنی بلند ہونا۔ اونچا ہونا۔ ابھرا ہونا۔ نمایاں یا ممتاز ہونا۔ وغیرہ

"مخبر" صادق بھی ہو سکتا ہے کاذب بھی

نبا کا معنی اگر خبر دینا بھی ہو تو خبر دینے والا ہر شخص ضروری نہیں سچا ہو، جھوٹا بھی ہو سکتا ہے مگر یہ بات طے شدہ ہے کہ "خبر فراہم کرنے والا ہر فرد نبی نہیں ہو سکتا۔ سورہ الحجرات کی مشہور آیہ کریمہ (جسے فن حدیث ورجال میں اصول درایت کے طور پر اساس کی حیثیت حاصل ہے) پر توجہ فرمائیں: ان جاء کم فاسق بنبا ء فتبینوا.. (49/4) اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کسی قسم کی خبر لائے تو تحقیق و تفتیش کر لیا کرو۔ گویا ن ب اَ سے بننے والا کوئی فعل یا اسم اپنے اندر کسی قسم کا امتیازی وصف نہیں رکھتا کہ اس کا فاعل یا مسمی (بطور خبر دینے والا) صادق ہو یا کاذب ---ہاں البتہ قرآن میں اسی مادہ سے دیگر ابواب کے مشتقات (Derivatives) استعمال ہوئے ہیں۔ لغوی اعتبار سے جن کی نسبت انبیاء ورسل سے ہوتی ہے۔نبیٔ عبادی انی انا الغفور الرحیم (15/49) میرے بندوں کو بتادیجئے کہ میں مغفرت اور رحمت کرنے والا ہوں وغیرہ مشہور مستشرق لغت نویس لویس معلوف نے اپنی کتاب المنجد (جس کا اردو ترجمہ، نظر ثانی اور تحقیق و تصحیح کرنے میں ہندو پاک کے دس معروف عربی سکالرز کی مساعی شامل ہیں علاوہ بریں محترم ومکرم مفتی محمد شفیع علیہ الرحمہ کا مقدمہ اس پر مستزاد ہے) میں بھی نَبا کا ترجمہ بلندی اور ارتفاع لکھا ہے مشتقات میں نَبأَ (باب تفعیل) یا انبَأَ (باب افعال) کا ترجمہ "خبر دینا" کے گئے ہیں۔

اسرائیلیات اور نبوت

نبی کا لفظ بائبل میں بھی استعمال ہوا ہے انسائیکلو پیڈیا آف برٹیا نیکا کا مقالہ نگار ابن لفظ کے بارے میں محتاط انداز میں اظہار کرتے ہوئے لکھتا ہے:

عبرانی زبان میں مستعمل اسم نبی ("پرافٹ" جمع نبیئیم) غالباً مادہ (مصدر واشتقاق) کے اعتبار سے اکاوی زبان کے فعل "نبو" ("بلانا"، "نام سے پکارنا") سے ماخوذ ہے اگر اس قسم کا اشتقاق درست ہے تو یہ تجویز کیا جاسکتا ہے کہ نبی کا مفہوم "خدا کی طرف سے بلایا گیا"، "پکارا گیا" یا "خدا کا نمائندہ و ترجمان" ہو---مزید اطمینان کے لئے اہل فکر و نظر کی خدمت میں ہو بہو انگریزی الفاظ نقل کئے دیتا ہوں:

"The Hebrew noun nabi (Prophet" plnebi'im) is probably releted etymologically to Akkadiax verb nabu(to call, "to name) If the derivation is correct, it would suggest either that the Prophet was under stood as the one called out" (by the deity, speak in his name) or that he was undar stood to be ' the caller (i.e. the spokesman for the deity)." (page 635)

اسرائیلیات (عہد نامہ قدیم) میں جو نبی کا مفہوم بتایا گیا ہے اسی کو قرآنی اصلطلاح کا مترادف ٹھہرایا گیا بطور مثال چند حوالے ناظرین کی خدمت میں پیش ہیں:

"اگلے زمانے میں اسرائیلیوں میں جب کوئی شخص خدا سے مشورہ کرنے جاتا تو یہ کہتا تھا کہ آؤ ہم

غیب بین کے پاس چلیں کیونکہ جس کو اب نبی کہتے ہیں اس کو پہلے غیب بین کہتے تھے" (۱-سموئیل۹:۹)
"جو غیب بینوں سے کہتے ہیں غیب بینی کرو اور نبیوں سے کہ ہم پر سچی نبوتیں ظاہر نہ کرو" (یسعیاہ ۳۰:۱۰)
"اور امصیاہ نے عاموس سے کہا اے غیب گو تو یہودہ کے ملک بھاگ جا۔ وہیں کھا پی اور نبوت کر" (عاموس ۷:۱۲)

مذکورہ عبارات میں لفظ غیب بین یا غیب گو کو انگریزی ترجموں (Versions) میں "Seer" یا "Prophet" لکھا گیا ہے

اسی طرح بائبل کے اندر "نبوت" اور "کہانت" (Augury) کو مترادف قرار دیا گیا ہے

"یرمیاہ بن خلقیاہ کی باتیں جو نبیین کی مملکت میں عنتوتی کاہنوں میں سے تھا جس پر خداوند کا کلام شاہ یہوداہ یوسیاہ بن امون کے دنوں میں اس کی سلطنت کے تیرھویں سال نازل ہوا" (یرمیاہ ۱:۱-۲)

"خداوند کا کلام بوزی کے لئے حزقی ایل کاہن پر جو کسدیوں کے ملک نہر کبار کے کنارے پر تھا نازل ہوا اور وہاں خداوند کا ہاتھ اس پر تھا" (حزقی ایل ۱:۳)

انسائیکلو پیڈیا آف بریٹانیکا کے مقالہ نگار اور بائیبل مقدس کے عہد نامہ قدیم سے دئیے گئے حوالوں میں نبی کے جو مفاہیم سامنے آئے ہیں اس کے مطابق "غیب کی خبریں دینے والا" اور "کاہن یعنی پیشگوئی کرنے والا" وغیرہ ہیں ان میں سے ہر ایک مفہوم کی قرآن نے تردید کی ہے مثلاً غیب بین یا غیب گو کے ضمن میں فرمایا قل لا اقول لکم عندی خزائن اللّٰہ ولااعلم الغیب (6/50)

اے رسول (علیہ الصلوۃ والسلام) اعلان کردیجئے کہ میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزینے ہیں اور نہ ہی میں غیب بین ہوں---اس لئے کہ۔وعندہ مفاتح الغیب لایعلمھا الاھو(6/59) اسی اللہ کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جسے اس کے بغیر کوئی نہیں جانتا--نیز فرمایا لو اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر وما مسنی السوء (7/188) اگر میں غیب بین ہوتا تو یقیناً بہت سے فائدے حاصل کرلیتا اور نہ ہی مجھے کوئی دکھ یا تکلیف اٹھانا پڑتی اور کہانت (Augury) کے بائبلی (Biblical) تصور کی تردید بایں انداز کی ومآانت بنعمت ربک بکاہن--(52/29) اور آپ اپنے رب کی نعمت کی بدولت (ہرگز) کاھن نہیں ہیں----نیز------ولا بقول کاھن---69/41) اور نہ ہی یہ کاہن کی زبان سے ادا ہوا ہے (یاد رہے کہ ارباب لغت اور الفاظ کے جوہریوں نے قول کا معنی "زبان" بطور اسم آلہ بھی کیا ہے)---اس سے پہلے ارشاد ہوا--انہ لقول رسول کریم (69/40) یقیناً وہ (وحی کے الفاظ) رسول کریم کی زبان سے ادا ہوئے---غور فرمائیے رسول اور کاہن کے معانی میں کس خوبصورتی سے فرق کو واضح کردیا کہ رسول (اللہ کا فرستادہ) ہرگز کاہن نہیں ہوسکتا۔

البتہ انسائیکلو پیڈیا آف برٹیانیکا کے مقالہ نگار نے نبی بطور نمائندہ و ترجمان خدا (Spokesman

(for Deity) بتا کر کسی حد تک اس لفظ کی معنویت کا حق ادا کر دیا ہے۔

اہل عجم اور قرآنی مصطلحات

عجمی مفسروں کو جب قرآنی اصطلاحات کے الوہیاتی مزاج کا علم نہ ہو سکا (یا یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ تہہ زمین مقاصد کے حصول کی خاطر عمداً و قصداً ایسا کیا گیا ہے) تو انہوں نے بائیبل مقدس میں وارد اسرائیلیات کا سہارا لیکر قرآنی مصطلحات کی حقیقی روح کو مسخ کر دیا اور افراد امت محمدیہ کو باور کروانے کی کوشش کی کہ قرآن بھی وہی کچھ کہنا چاہتا ہے جو سابقہ (محرف) کتب میں لکھا گیا--- کون سمجھائے ان حضرات کو--- کہ قرآن تو اس دور میں نازل ہوا جب انسانی شعور" بھرپور انداز میں بلوغت کی دہلیز پر قدم جما چکا تھا اور انسانی افکار اپنی ہمہ جہت تنوعات کے اعتبار سے جوبن پر تھیں۔ طبعی و نفسی (Physical Ipsychological) علوم میں یونانی ارباب علم و ہنر کی مساعی پر اس وقت کی دنیا انگشت بدنداں تھی صاحبان فکر و دانش کی اس جولان گاہ پر قرآن ہی دنیائے انسانیت کی رہنمائی کے لیے اپنا بھرپور کردار ادا کرتا نظر آتا ہے اور "دانش برہانی" کے منہ زور اور آوارہ گھوڑے کو ایسی لگام دی کہ اس کی اچھل کود اور اٹھکیلیاں سرد و ماند پڑ گئیں اب خود اس قسم کے ارباب فکر، "دانش نورانی" کا سہارا لینے پر مجبور ہو گئے-- قرآن نے ان تمام الوہیاتی اصطلاحات کو جو سابقہ کتب میں مرقوم تھیں، مگر عجمی حملوں کے باعث مردہ ہو چکی تھیں، کو از سر نو زندہ کر دیا اور ان پر چڑھی افکار اغیار کی دبیز تہہ کو ہٹا کر منزہ و مصفٰی کر کے پیش کر دیا--- اگر ہم نے اسرائیلی روایات اور فقہی آراء سے پہلے قرآن کے ادبی (Litrary) اسلوب اور بوقت نزول کلام عرب کی روشنی میں دیکھا ہوتا تو یہ اصطلاحات کثرت تعبیر سے ہرگز پریشاں نہ ہوتیں-- اور کسی شکل کے کوجھے، عقل کے کوڑھے آنکھ کے بھینگے اور بصیرت کے کوتاہ کو اپنا وجود، مسعود، عبائے نبوت میں داخل کرنے کی جسارت نہ ہوتی---- یہ بات ذہن میں رہے منصب نبوت پر فائز ہستی بلحاظ طبع وجود و نفس ہر زاویے سے کامل و اکمل (Perfect & Balance) ہوتی ہے اس لئے قرآن نے مہبط وحی خصوصاً نبینا ورسولنا علیہ التحیۃ والسلام کو استوی کہہ کر حسن و جمال اور توازن و اعتدال کا شاہکار قرار دیا ہے۔ **کانک قدخلقت کماتشاء**------

نبیّ (بیاء مشدّدہ) قرآءت منزلہ و محمودہ

قرآن مجید کے اندر جہاں بھی یہ لفظ نبی (واحد یا جمع) آیا ہے وہ یاء مشدّد کے ساتھ ہے (یہ علیحدہ بات ہے کہ اختلاف قراءت کے عنوان سے بعض قراء اور نحویوں نے یاء مشدّد میں پہلی یاء کی تخفیف کے بعد ہمزہ پڑھنا اور لکھنا شروع کر دیا ان میں ابورویم نافع بن عبدالرحمن بن ابی نعیم اللیثی اصفہانی متوفی ۱۶۹ھ اور ان کے شاگرد سلمان بن شعبہ معروف بہ ورش متوفی ۱۹۷ھ شامل ہیں)---مگر قرأت منزلہ، متواترہ اور محمودہ میں یاء مشدّد ہی ہے اور یہی رسول، صدیقی، فاروقی، عثمانی، علوی اور دیگر صحابہ (کلہم راشدون... رضوان اللہ علیہم

اجمعین) کی قرأت ہے جیسا کہ آگے چل کر وضاحت ہو گی اس لئے نبأ سے نبی بر وزن فعیل (بمعنی فاعل) کا ایک مطلب اگرچہ "خبریں دینے والا" ہے ضروری نہیں کہ ہر "خبر دینے والا" قول وقرار اور سیرت و کردار کے اعتبار سے ثقہ اور متوازن ہو جیسا کہ پہلے عرض کر چکا ہوں ۴۹/۴ اور اس طرح دیگر آیات قرآنیہ سے بھی ظاہر ہے۔

پھر جب دیگر زبانوں میں اس لفظ کا کوئی مترادف آیا تو اردو زبان میں اس کی حقیقت و حیثیت اور سے اور ہو گئی مثلاً یہی دیکھ لیجئے نبی جب بمعنی پرافٹ، (Prophet) ہوا تو اس کا معنی محض "پیش گوئیاں کرنے والا" کے طور پر معروف ہو گیا۔

اللہ کے بندو جب ایک انسان سے اللہ کا بذریعہ وحی مضبوط علاقہ و رابطہ ہو تو اسے محض "پیشگوئیاں" اور "نشانات" کا سہارا لینے کی کیا ضرورت ہے۔ وہ تو کائناتی حقائق اور وحی خداوندی کی روشنی میں ایسا تجزیہ و تبصرہ کرتا ہے کہ مستقبل میں اسی قسم کے نتائج مرتب ہونا شروع ہو جاتے ہیں **وانتظروا انی معکم من المنتظرین** (7/71) انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں۔۔**فسوف تعلمون من تکون له عاقبت الدار** (6/136) عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ مال کار کس کے حق میں (بہتر) ہو گا۔۔۔۔۔ کے الفاظ بول بول کر بتا رہے ہیں کہ وحی کے زیر سایہ پیغمبر کا اخذ نتیجہ کتنا شفاف اور بے خطا ہوتا ہے ۔۔۔۔ پھر "سحر و کہانت" سے مملو پست سہارے اساس نبوت و رسالت قطعاً قرار نہیں پا سکتے۔ نبی و رسول، ایسی موہوم صفات سے وراء الورا اور ارفع و اعلیٰ ہوتا ہے۔

کوہ صفا اور اعلان نبوت

محمد عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب نبوت و رسالت کا اعلان فرمایا تو آپ نے اس مقصد کے لئے بلند جگہ (صفا چوٹی) کا انتخاب فرمایا یا معشر القریش کی اثر انگیز صدا جو وادی میں ہر سو یکساں طور پر گونجی تھی اس کے مکینوں کو مجتمع کیا باسیان ام القریٰ اور مقیمان اطراف و اکناف پر مقام نبوت واضح کرنے کے لئے آپ نے ایسا عمداً و قصداً کیا کہ بلند مقام پر کھڑا شخص چاروں اطراف مشاہدہ و معاینہ کر سکتا ہے جب کہ دامن میں کھڑے شخص کی نگاہیں محدود اطراف تک دیکھ سکتی ہیں معاً بلندی پر کھڑے ہو کر اپنے منصب یعنی نبوت و رسالت کا محسوس مفہوم متعین فرمایا۔۔ نبی اور ایک عام انسان کے مقام میں فرق بتانے کے لئے کیا اس سے بہتر کوئی اور انداز ہو سکتا ہے!!

قرآنی اصطلاحات اور مترادفات کا انتخاب

علامہ ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ کے بقول حیرت تو یہ ہے کہ مترجمین و مفسرین نے اصطلاحات قرآنیہ کے لئے ان مترادفات کو قبول کرنے میں اباء کیا جو ہر لحاظ سے بہترین، خوبصورت اور متعلقہ مقامات پر چپتے تھے اور انتہائی کمزور اور بے جوڑ الفاظ کا انتخاب کر کے اصطلاحات قرآنی کی حقیقت و اصلیت کو بدصورت، بے مزہ بنا دیا۔۔۔

پھر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ کوئی زبان دوسری زبان کے ادبی اسالیب کا مقابلہ نہیں کر سکتی بالخصوص

عربی زبان کے آئینہ خانے میں سجی فصاحت و بلاغت سے معمور اصطلاحات کا کسی عجمی زبان میں ترجمہ کیونکر ممکن ہے۔ قرآن جو عربی مبین (16/104, 26/195) میں نازل ہوا، میں مستعمل الفاظ کو اسی اسلوب ومزاج میں دیکھنا ہوگا جس کا خود قرآن اور کلام عرب متقاضی ہے۔ **وکذلک نصرف الایات ولیقولوا درست** (6/106) اسی طرح ہم اپنی آیات پھیر پھیر کر لے آتے ہیں تاکہ وہ کہہ اٹھیں کہ آپ نے بات سمجھادی۔ اور پھر یوں بھی **جئنک بالحق واحسن تفسیرا** (25/33) ہم آپ کے پاس حقائق اور احسن تفسیر لے آتے ہیں۔

مقام نبوت نبوت اپنے لغوی و معنوی اعتبار سے کس کمال بلاغت کے ساتھ ان قرآنی الفاظ میں نکھر کر سامنے آجاتی ہے۔

وکذلک نری ابرھیم ملکوت السمٰوت والارض (6/75)

جو حسن و جمال ان لفظوں سے جھلک رہا ہے۔ اور نبوت کا جو روپ ان کلمات سے جھانک رہا ہے۔ بھلا اسے کسی دوسری زبان میں کیسے نمایاں کیا جاسکتا ہے۔۔۔۔۔۔ ہم ابراھیم (علیہ السلام) کو ملکوت السمٰوات وارض دکھاتے ہیں نبوت کو ''کہانت'' کا درجہ دینے والوں کے لئے اس آیہ کریمہ میں بھرپور دعوت غور و فکر ہے اہل علم کے لئے نُری (جس کا مصدری باب افعال ہے اور مادے کے اعتبار سے۔ ر ی۔ ہے)، قابل غور ہے اور پھر ملکوت السمٰوت والارض کی ترکیب۔۔۔۔ یعنی دیکھتی کھلی آنکھوں، علاوہ ازیں کامل حواس کے ساتھ ملکوت کا نظارہ ۔۔۔ اس سے بڑھ کر لائق توجہ ہے یہ وہ مقام ہے جو غیراز نبی شخص کے لئے حیرت واستعجاب کا باعث ہے۔ اس کے لئے تو یہ لق و دق صحرا ہے جہاں آفتاب پوری تمازت کے ساتھ نصف النہار پر موجود ہے۔ اور اس کی آنکھوں کے سامنے فضاء میں حدت وحرارت کے باعث لرزہ طاری ہے۔۔۔ یہ مہبط وحی و رسالت ہی ہے کہ **مازاغ البصر وماطغی** (53/17) نہ تو اس کی نگاہ میں جھول آتا ہے اور نہ ہی دھوکا کھاتی ہے۔۔۔ حامل منصب نبوت کے لئے ''خبریں لانا''، ''پیشگوئیاں کرنا''، ''نشانات دکھانا'' معاً خوابوں، خیالوں اور مکاشفوں کا سہارا لینا۔۔۔ ایسے مفاہیم کی نسبت اس کے نبوی ورسولی مزاج کے مقابل پست درجہ کے انتخابات ہیں۔

جب انسانی شعور ھنوز لڑکپن کی چوکھٹ پر قدم رکھ رہا تھا۔ اس دور کے پیغمبر (ابراھیم علیہ السلام) کی نبوی خصوصیات واوصاف کا یہ عالم۔۔۔ اندازہ کرسکتے ہیں جب انسانی شعور اپنی کمال بلوغت کو پہنچ چکا تھا اور دبستان و دانش گاہیں شعوری افکار ومساعی سے دنیا کے انسانوں کو فائدہ پہنچارہی تھیں اس دور کے پیغمبر کے نبوی اوصاف کا کیا عالم ہوگا۔۔۔ تصور و تخیل اپنی ہمہ جہت پرواز کے باوجود ہانپ ہانپ کر رہ جائے مگر پیغمبر اعظم و آخر کے اس مقام جلیلہ و محمودہ کا ادراک کسی طور ممکن نہیں۔۔۔ مااحسن منک لم ترقط

عینی۔۔۔اس لئے کہ ورفعنالک ذکرک ۔۔۔۔(94/4)

شعور کائنات اور نبوت

ایک ماہر نفسیات ڈاکٹر رچرڈ ماریس بک (Richard maurice bucke) نے اپنی کتاب شعور کائنات (Cosmic Conciousness) میں شعور کے تین درجے لکھے ہیں۔

*شعور سادہ:(Simple Conciousness) جس میں صرف جبلت (Instinet) کام کرتی ہے جہاں صرف اور صرف حواس (Senses) معاون ہوتے ہیں۔

*شعور خود:(Self Conciousness) جس میں انسان کا عمومی شعور شامل ہے یہاں حواس کے ساتھ عقل بھی کام کرتی ہے حواس کے ذریعے خارجی معلومات کے حصول کے بعد عقل اپنے نتائج اخذ و مرتب کرتی ہے۔ شعور سادہ اور شعور خود میں فرق یہ ہے کہ مؤخر الذکر میں انسان جو کرتا ہے وہ اسے جانتا ہے اور اپنی "میں" سے آگاہ ہوتا ہے۔

*شعور کائنات:(Cosmic Conciousness) جس میں عقل کا عمل دخل محدود اور سمٹا ہوا ہوتا ہے کیونکہ عقل کی دنیا میں انتشار (Chaos) ہوتا ہے جو حقائق و حوادث کو بکھری شکل میں الگ الگ حیثیت سے دیکھتی ہے۔۔۔شعور کے اس مقام پر ہمہ قسم کے بکھرے اور منتشر حوادث (Evnts) میں ربط و نظم (Cosmos) پیدا ہو جاتا ہے یہ عمل کسی انسان کی اندرونی قوتوں کی بدولت نہیں بلکہ خارجی سہارے کی اسے احتیاج ہوتی ہے اور ایک خاص تدبیر الٰہی کے ماتحت اسکا مظاہرہ (Manifestation) ہوتا ہے

"شعور کائنات" کے ضمن میں مذکورہ مختصر معلومات (جو ہنوز ناقص ہیں) کی روشنی میں آیہ کریمہ ۷۵/۶ کا ایک بار پھر جائزہ لیا جائے تو "نبوت" کا مقام کس خوبصورتی کے ساتھ نکھر کر سامنے آجاتا ہے اس لئے کہ ڈاکٹر بک (Bucke) اور پھر اس کا ایک مؤید او سپنسکی شعور کے اس درجے کو وحی کا رہین منت قرار دیتے ہیں۔۔۔ یہ عمل اگرچہ ماوراء عقل ہے لیکن اس کے نتائج عقل کے معیار (Standard) پر پورا اترتے ہیں۔

قول فیصل

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ایک شخص نے آپ کو متوجہ کرنے کے لئے۔۔۔ یا نبیٔ اللہ۔۔۔اے اللہ کے نبی (ہمزہ کے ساتھ) کہہ کر خطاب کیا تو آپ نے اسے ٹوکا اور اصلاح کرتے ہوئے فرمایا لست بنبیٔ اللہ میں نبی۔۔۔(ہمزہ کے ساتھ)۔۔۔ نہیں ولکن نبیّ اللہ میں ۔۔۔۔(یاء مشدّد کے ساتھ)۔۔۔اللہ کا نبی ہوں۔ (کتاب الاشتقاق ابن درید)

اس ضمن میں صاحب مفردات الفاظ القرآن ۔راغب اصفہانی۔ کا حتمی و تفصیلی جائزہ لکھ کر موضوع کو سمیٹتا ہوں آپ نبی کے عنوان سے یوں لکھتے ہیں۔

نبی : النبی بغیر همز فقد قال الخویون اصله الهمزه فترک همزه وقال بعض العلماء : هو من نبوة ای الرفعة ،وسمی نبیا لرفقة محله عن سائر الناس المدلول علیه بقوله (ورفعناه مکانا علیا) فالنبی بغیر الهمزه ابلغ من النبیٔ باالهمز، لا نه لیس کل منبأ رفیع القدر والمحل، ولذالک قال علیه الصلوٰة والسلام لمن قال : یا نبیٔ اللّٰه فقال: لست بنبیٔ اللّٰه ولکن نبی اللّٰه لمارأی ان الرجل خاطبه بالهمزه لبغض منه۔ والنبوة والنباوه والارتفاع ومنه قیل نبأ فلان مکانه

نبی: همزہ کے بغیر۔۔۔ نحویوں کے بقول اس لفظ کے مادہ میں همزہ ہے جسے ترک کر دیا گیا۔

بعض علماء نے کہا: یہ لفظ نبوہ سے ہے یعنی رفعت وبلندی ۔۔۔ ایک شخص کو یہ نام تمام انسانوں پر بلند مقام کے سبب دیا گیا جس پر قرآن کے الفاظ دلیل ہیں ورفعناہ مکانا علیا (ھم نے اس کے مقام وحیثیت کو بلند کیا)۔۔۔ پس نبی، بغیر ھمزہ۔۔۔ ھمزہ کے ساتھ نبیٔ سے ۔۔۔ زیادہ بلیغ ہے اس لئے کہ ہر "خبر دینے والا" بلند مقام اور رفیع الشان نہیں ہوسکتا۔۔۔ اسی وجہ سے آپ علیہ السلام نے یا نبیٔ اللہ (ھمزہ کے ساتھ) کہہ کر متوجہ کرنے والے شخص سے فرمایا کہ میں اللہ کا نبیٔ (ھمزہ کے ساتھ) نہیں بلکہ اللہ کا نبی (یاء مشدّد کے ساتھ) ہوں یہ بات آپ علیہ السلام نے مخاطب سے اس لئے کہی کہ اس نے نبیٔ (ھمزہ کے ساتھ) بغض وعناد کی وجہ سے کہا

نبوہ۔۔۔ نباوہ۔۔۔ یعنی ارتفاع وبلندی۔۔۔ اسی وجہ سے کہا گیا کہ فلاں شخص کا مقام بلند (نبا) ہو گیا۔

(معجم مفردات الفاظ القرآن مؤلفہ الراغب الاصفہانی صفحہ ۵۰۳)

غور فرمائیے راغب اصفہانی کے مطابق لماری ان الرجل خاطبه بالهمزه لبغض منه "اس شخص نے آپ کو نبیٔ (ھمزہ کے ساتھ) بغض کی بنیاد پر کہا"۔۔۔ کیا اس کے پس منظر میں وہی کچھ نہیں جو اسرائیلیات کے توسط سے ہمارے یہاں امڈ آیا ہے ہمہ قسم کی اناب شناب اس عظیم اصطلاح نبی کے دامن میں بھر دی گئی جب کہ مہبط نبوت ان سے کہیں بلندو بالا ہے اور واقعی ایسی ھستی بلندیوں اور رفعتوں کی معراج پر فائز و براجمان ہوتی ہے بہر حال قرآن نے عجمی، مجوسی، رافضی، نصرانی اور یہودی حرکوں سے اسے قطعاً محفوظ ومامون کردیا۔ اور نبی کا معنی۔۔۔ مقام بلند پر فائز ھستی۔۔۔ ہی کے طور نمایاں وواضح کردیا۔

ان شاء اللہ آئندہ نشست میں نبی و رسول کا خود تراشیدہ فرق اور امی ایسے عناوین پر گفتگو ہو گی اور پھر اغراض نبوت اور مقاصد رسالت کو موضوع سخن بنایا جائے گا۔

مولانا عتیق الرحمن سنبھلی

علامہ نیاز فتح پوری

عبرت کا ایک ورق

نیاز فتح پوری (۱۸۸۴ء.......۱۹۶۶ء) ایک صاحب طرز ادیب تھے اور اردو ادب میں رومانوی تحریک کے بانیوں میں سے تھے۔ ابتداءمیں افسانہ نگاری اور بعد میں تاریخی، دینی اور ادبی موضوعات پر قلم آزمائی کی۔ نیاز نے بھوپال سے فروری ۱۹۲۲ء کو ماہنامہ "نگار" کا اجرا کیا ۱۹۲۷ء میں لکھنو منتقل ہو گئے۔ یہیں سے انہوں نے اسلامی عقائد کی مخالفت میں وہ مضامین لکھنے شروع کیے جنہوں نے کفر والحاد اور تشکیک وارتیاب کے دلدادہ حلقوں میں نیاز کو علامہ بنادیا۔ اب نیاز کے شاگرد خاص ڈاکٹر فرمان فتح پوری استاد کی کتابیں اس خیال سے بار بار شائع کرتے رہتے ہیں کہ مبادا "روشن خیالی" اور "دانشوری" کی یہ لکیر پیٹنے والے پیدا ہونے بند ہو جائیں ۲۴/مئی ۱۹۹۸ء کو نیاز کی بتیسویں (۳۲) برسی کے موقع پر یہ دو تحریریں نقیب ختم نبوت کے قارئین کی نذر کی جارہی ہیں۔ (ادارہ)

علامہ نیاز فتح پوری ایک زمانے میں بڑی دھوم اپنے ماہنامہ نگار کے ذریعے سے مچا چکے ہیں۔ اہل دین سے چھیڑ خانی انکا ایک خاص ذوق تھا۔ کفر وارتداد کے فتوے بھی اس زمانے میں اپنے اوپر لگوائے مگر بقول خود دو چیزوں کے بارے میں بالکل مجبور تھے۔ ایک عورت کی طرف رغبت دوسرے مولوی سے نفرت۔ یعنی ان کی چھیڑ خانیاں اسی نفرت کے ماتحت تھیں۔ اس چھیڑ خانی میں جو مضامین وہ اسلامی موضوعات پر لکھتے تو جہاں ایک طرف اہل دین میں نفرت و ناراضی پیدا ہوتی وہاں کچھ لوگوں کی نظر میں ان کی وہ تحریریں انہیں علامہ بنادیتیں۔ حال ہی میں ان کے اوپر ان کے رسالہ "نگار" کا ایک خاص نمبر (کتابی ایڈیشن) نظر پڑا جو سندھ اکیڈمی (پاکستان) نے شائع کیا ہے۔ اور کسی دوسرے کی نہیں خود ان کی اپنی تحریر سے اس باب میں ان کی علامیت کے جو نمونے سامنے آئے وہ اس قابل نظر آئے کہ انہیں عبرت کے لئے نقل کردیا جائے کہ کسی موضوع سے اپنی اچھی واقفیت کے بغیر جب کسی کے حسن تحریر اور زور بیان سے متاثر ہو کر لوگ اسے علامہ قرار دے لیتے ہیں تو کیسے کیسے لوگ اس بے احتیاطی کے نتیجے میں علامیت کا منصب پالیتے ہیں۔

نیاز صاحب نے اس نمبر کے لئے اپنے مضمون میں مولویوں کے اور اپنے تعلقات کی لمبی سرگزشت بھی سنائی ہے۔ اسی کے چند ٹکڑے عبرت پاروں کا درجہ رکھتے ہیں۔ لکھتے ہیں....... "میں اپنے وطن فتح پور کے عربی مدرسے میں پڑھتا تھا۔ شرح عقائد نسفی کا سبق تھا۔ اس میں مسئلہ یہ آیا کہ یزید پر لعنت (۱) ناروا ہے۔ اس پر موصوف نے کچھ سوال اٹھایا اور استاد کو بحث و تکرار سے ناراض کردیا تو پھر موصوف کے والد ماجد

---

(۱) یہاں موصوف کے بیان پر اعتماد کیا گیا ہے۔ راقم کو یاد نہیں کہ حقیقت کیا ہے۔

ان کو مدرسہ لیکر گئے اور استاد سے اس مسئلے پر بحث کی۔ بحث تو لمبی ہے۔ جو چیز سننے کی ہے وہ یہ ہے کہ اس بحث میں موصوف کے والد ماجد نے حضرت استاد سے فرمایا کہ" آپ کو خبر نہیں کہ شرح عقائد نسفی امویین کے عہد کی کتاب ہے جو علوئین کے شدید دشمن تھے۔ اس لئے لعن یزید کے مسئلے کو اسقدر اہتمام سے بیان کیا گیا ہے" علامہ صاحب نے اپنے والد کا یہ ارشاد ان کے علم و فضل کی توثیق کے ساتھ شائع کیا ہے۔ اس لئے کہ انہیں خود خبر نہیں تھی کہ شرح عقائد نسفی کی تصنیف اور امویین (بنی امیہ) کے عہد میں چھے سو برس کا فاصلہ ہے۔

اسی طرح اپنے استاد کے ساتھ اپنی ایک بحث انہوں نے یہ سنائی ہے کہ حدیث کی کتاب "مشکوٰۃ شریف" کے درس میں انہوں نے استاد سے پوچھا کہ یہ حدیث کے ساتھ اتنی لمبی چوڑی سند حدیث درج کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ خواہ مخواہ وقت اور کاغذ دونوں ضائع ہوتے ہیں۔ مگر یہ سوال بتاتا ہے کہ موصوف نے مشکوٰۃ شریف دیکھی بھی نہیں ہے اس لئے کہ اس میں سند درج نہیں ہوتی ہے۔ حدیث کی جو اصل کتابیں بخاری اور مسلم وغیرہ ہیں۔ سند ان کتابوں میں درج ہوتی ہے۔

مشکوٰۃ ہی کے حوالے سے علامہ صاحب نے فرمایا کہ" دوران درس میں ایک حدیث آئی کہ"........ آسمان میں ایک اژدہا ہے۔ جب وہ سانس دنیا کی طرف چھوڑتا ہے تو گرمی ہو جاتی ہے اور جب سانس کھینچتا ہے تو سردی ہو جاتی ہے" حالانکہ مشکوٰۃ شریف میں یا کہیں ایسی کوئی حدیث نہیں ہے۔ لیکن موصوف لکھتے ہیں کہ........ "یہ حدیث پڑھتے ہی باوجود ضبط کے بےاختیار میرے منہ سے نکل گیا کہ غلط...... یعنی انہوں نے واقعی مشکوٰۃ پڑھی تھی اور استاد کو جتایا تھا کہ وہ حدیث کی کتابوں میں لکھی ہوئی غلط باتوں کو نہیں مان سکتے۔ کوئی حد ہے اس زبردستی کی علامیت کی؟ مگر اس طرح کتنے ہی لوگ علامہ بن ہی جاتے ہیں۔ (بشکریہ ماہنامہ "الفرقان" لکھنؤ مارچ ۱۹۹۸ء)

ذکر اللہ کی اہمیت

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ صحابہ کی ایک جماعت کے پاس تشریف لائے اور دریافت فرمایا کہ: " کس بات نے تم لوگوں کو یہاں بٹھایا ہے؟" عرض کیا یارسول اللہ! ہم اللہ جل شانہ کا ذکر کر رہے ہیں اور اس بات پر اُس کی حمد و ثنا کر رہے ہیں کہ اُس نے ہم لوگوں کو اسلام کی دولت سے نوازا۔ یہ اللہ کا بڑا ہی احسان ہم پر ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا اللہ کی قسم صرف اسی وجہ سے بیٹھے ہو؟ صحابہ نے عرض کیا اللہ کی قسم صرف اسی وجہ سے بیٹھے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی بدگمانی کی وجہ سے میں نے تم لوگوں کو قسم نہیں دی بلکہ جبرئیل میرے پاس ابھی آئے تھے اور یہ خبر سنا گئے کہ اللہ جل شانہ تم لوگوں کی وجہ سے ملائکہ پر فخر فرما رہے ہیں۔ (مشکوٰۃ، بحوالہ فضائل اعمال، فضائل ذکر باب اول، صفحہ ۳۱،۳۲۔)

علامہ……یا……ابوجہل؟

عبدالمجید سالک

سالک مرحوم کے طنزیہ وفکاہیہ کالم "افکار وحوادث" کے غیر سیاسی انتخاب، جلد اوّل، مرتبہ محمد حمزہ فاروقی میں سے…… صفحات: ۱۲۹ تا ۱۳۴

پڑھے لکھے جاہلوں کے طبقے میں آج کل نیاز فتح پوری ایڈیٹر رسالہ "نگار" کا اسم گرامی بے حد ممتاز حیثیت رکھتا ہے۔ آپ نے جہل کے مختلف اطراف میں اس قدر ہمہ گیری حاصل کی ہے کہ ہندوستان بھر کا کوئی پڑھا لکھا جاہل آپ کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ آپ شعر میں جاہل، ادب میں جاہل، مذہب میں جاہل، اخلاق میں جاہل، فلسفہ میں جاہل، سیاسیات میں جاہل، فارسی میں جاہل، عربی میں جاہل، اردو میں جاہل، انگریزی میں جاہل، غرض دنیا کے تمام شعبہ ہائے علم میں اس قدر جاہل اور کلچر سے اس قدر محروم واقع ہوئے ہیں کہ آپ کو بے اختیار "ابوجہل" کہنے کو جی چاہتا ہے۔ سب سے پہلے ملک آپ سے اس وقت روشناس ہوا تھا، جب آپ نے "شاعر کا انجام" کے نام سے ایک کتاب لکھی تھی۔ جن بد قسمتوں کو اس کتاب کے مطالعہ کا موقع ملا ہے اور جنہوں نے اس کے بعد "نقاد" میں آپ کے بعض مضامین پڑھے ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ زبان اردو میں آپ نے بڑی بڑی "جبڑا توڑ" ترکیبوں کی بھرمار کر کے اردو، فارسی اور عربی تینوں زبانوں کی بیک وقت مٹی پلید کی ہے اور ایک ایسا انداز تحریر ایجاد کیا ہے جو معانی کے لحاظ سے تو نہیں البتہ الفاظ کے اعتبار سے "درہ نادرہ" کا فضلہ معلوم ہوتا ہے۔

سنا ہے ایک دفعہ آپ اپنا ایک مضمون کسی پختہ کار اور کہن سال ادیب کو سنا رہے تھے۔ جس نے سارا مضمون انتہائی حیرت واستعجاب سے سننے کے بعد فرمایا، "خوب، خوب، بہت خوب کیا آپ اردو میں بھی لکھا کرتے ہیں؟ نیاز صاحب نے گھبرا کر کہا۔ "حضرت یہ مضمون اردو میں نہ تھا تو اور کس زبان میں تھا؟" ادیب کہن سال نے فرمایا۔ "نہ صاحب، ہماری بھی ستر برس کی عمر ہونے کو آئی ہے، ہم نے تو ایسی اردو نہ آنکھوں سے دیکھی، نہ بزرگوں سے سنی۔ آپ کا مضمون تو غالباً سریانی زبان میں تھا"۔

اخلاق کے اعتبار سے آپ کی یہ کیفیت ہے کہ ہمیشہ شاہد ان بازاری کے حسن وجمال اور رقص وسرود کی تعریفوں میں تر زبان بلکہ "تر قلم" رہتے ہیں۔ آپ کے مضامین کے عنوان ملاحظہ ہوں "ایک رقاصہ سے" "ایک مغنیہ کو دیکھ کر" اور اس کے علاوہ جہاں کسی رنڈی سے ملاقات ہو، اس ملاقات کا حال بہت مزے لے لے کر اپنے رسالے میں شائع کرتے ہیں۔ آپ کے ادب نے ملک کے نوجوانوں پر یہ اثر ڈالا ہے کہ وہ آپ کے مضامین کو کوک شاستر سے زیادہ قابل ترجیح سمجھتے ہیں۔

اگر کوئی بد نصیب شریف زادی آپ کی ادبی شہرت یا ایڈیٹری سے متاثر ہو کر آپ کو خط لکھ بیٹھے تو آپ جھٹ اسے "نگار" میں چھاپ کر اس پر چند ایسی سطریں لکھ دیتے ہیں جن سے بازاری عورتوں ہی کو

مخاطب کیا جاسکتا ہے۔ شریف زادی توان فقروں اور شعروں کو پڑھ کر شرم سے پانی پانی ہوجاتی ہوگی اور عمر بھر پشیمان رہتی ہوگی کہ ایسے "دل پھینک" بگڑے دل کو کیوں خط لکھ بیٹھی۔

آپ کی ادبی معلومات کی یہ کیفیت ہے کہ ایک دفعہ آپ نے غالب کی ایک غزل بڑی شان سے شائع کی اور اس پر یہ نوٹ لکھا کہ یہ غزل بالکل غیر مطبوعہ ہے اور مرزا مرحوم کے کسی دیوان میں موجود نہیں۔ اس غزل کا مطلع یہ ہے

بیا کہ قاعدہ آسمان بگردنیم
قضاد بہ گردش رطل گراں بگردانیم

جس شخص نے کلیات غالب کو ایک دفعہ بھی کھول کر دیکھا ہے وہ خوب جانتا ہے کہ یہ غزل غالب کی مشہور ترین غزلوں میں سے ہے اور کلیات کا کوئی ایسا ایڈیشن آج تک نہیں چھپا جس میں یہ غزل موجود نہ ہو لیکن نیاز صاحب اسے غیر مطبوعہ بتا رہے ہیں۔ گویا اعلان کر رہے ہیں کہ آپ نے غالب کا کلام کبھی دیکھا ہی نہیں۔

آج کل مولانا نیاز فتح پوری نے ادب واخلاق کے علاوہ مذہب پر بھی دست درازی شروع کر رکھی ہے۔ "بازی بازی باریش بابا ہم بازی" وہ ہاتھ جو پہلے ادب وشعر اور اخلاق حسنہ ہی کا دامن تارتار کیا کرتا تھا، اب انبیا کے گریبانوں تک جا پہنچا ہے۔ ہم نے ان کی جاہلانہ تحریروں کو کبھی قابل اعتنا نہیں سمجھا کیونکہ ایک بے خبر انسان کی ہرزہ سرائیوں کو اہمیت دینا محض تضیعِ اوقات ہے لیکن چونکہ بعض بزرگوں نے اس بڑھتے ہوئے فتنہ کے سدِباب کے لئے مدیر "افکار" کو حکم دیا ہے اس لئے انشاء اللہ آئندہ وقتاً فوقتاً "نگار" کے الحادو زندقہ کی دھجیاں بکھیری جایا کریں گی۔ تاکہ وہ بدمذاق اور غلط اندیش نوجوان جو نیاز و "نگار" کے دام میں پھنسے ہوئے ہیں متنبہ ہوجائیں اور ان پر اس ڈھول کا پول واضح ہوجائے۔ (روزنامہ "انقلاب" ۱۹ ستمبر ۱۹۳۱ء)

جس طرح ہندستان میں ہزارہا اشتہاری طبیب موجود ہیں جو طب میں الف کے نام سے بے نہیں جانتے۔ بس ایک نسخہ کہیں سے ہاتھ آگیا ہے اور اسی پر اتراتے پھرتے ہیں۔ جیسے چوہا ہلدی کی گرہ پا کر پنساری بن بیٹھا تھا، اسی طرح اس ملک میں بڑا بڑا نیاز فتح پوری بھی بھرا پڑا ہے، جسے نہ خدا کی حقیقت معلوم ہے نہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نہ ملائکہ کے معنی آتے ہیں، نہ جنت کا مفہوم پیش نظر ہے۔ لیکن رائے ہے کہ کند چھری کی طرح مذہب کے گلے پر پھیری جارہی ہے.........

ہمارے نزدیک یہ تجویز نہایت مناسب ہے لیکن جسم کے ساتھ روح کی حفاظت بھی ضروری ہے اگر قوم کی جسمانی صحت کی خاطر مدعیان علاج امراض کے لئے قانون کا نفاذ ضروری ہے تو انسانوں کی روحانی صحت کے لئے ایک ایسا قانون نافذ ہونا چاہیئے کہ جو شخص علوم دین کا فارغ التحصیل ہو۔ نہ بغیر کسی ثبوت

مذہب پر رائے زنی کرتا ہوا پایا جائے اسے فی الفور ہتھ کڑی لگائی جائے اور جیل خانے میں جھونک دیا جائے۔ ہمارے نزدیک ان نیازوں، فتح پوریوں اور نگاروں کا اس سے بہتر کوئی علاج نہیں۔

واضح رہے کہ مدیر "افکار" نہ "پیش طبیب مُلا ہے" نہ "پیش مُلا طبیب" اور نہ پیش ہر دو ہیچ۔ جب کبھی سر میں درد ہوا حکیم فقیر محمد صاحب قبلہ سے ٹیلی فون پر نسخہ پوچھ لیا اور جب کسی دینی مسئلہ میں وقت پیش آئی مولوی غلام مرشد صاحب کے مکان پر چلے گئے۔ طب اور دین میں ہماری اپنی کوئی رائے نہیں اور یہی وجہ ہے کہ ہمارا جسم بھی تندرست رہتا ہے اور روح بھی صحیح رہتی ہے۔

ہمارا جی چاہتا ہے کہ کبھی مولانا نیاز فتح پوری کے خلاف کوئی مقدمہ دائر ہو جائے اور حکومت انہیں کسی وکیل کی خدمات حاصل کرنے سے منع کردے۔ جب وہ اعتراض کریں تو یہ جواب دیا جائے کہ جس حالت میں آپ علم دین حاصل نہ کرنے کے باوجود سب سے بڑے عالم اور مجتہد بنے ہوئے ہیں پھر کیا وجہ ہے کہ قانون کی تحصیل کیے بغیر آپ سر محمد شفیع اور سر علی امام سے بہتر اپنے مقدمے کی پیروی نہ کر سکیں؟ (روزنامہ "انقلاب" ۲۳ ستمبر ۱۹۳۱ء)

نیاز فتح پوری اور "نگار" کے خلاف سارے اسلامی پریس میں محشر برپا ہو گیا ہے "ہمت" (لکھنؤ) میں مضمون چھپا۔ "الجمعیۃ" (دہلی) میں ایک صاحب نے مقالہ لکھا۔ "زمیندار" میں بھی اس بدنام کنندہ اسلام کی خبر لی گئی اور سب سے بڑھ کر مولانا عبدالماجد دریا بادی نے "سچ" کا ایک پورا پرچا اسی موضوع پر صرف کیا ہے، جس میں نیاز کی ہفوات و خرافات کے اقتباس درج کر کے نہایت ادیبانہ تبصرہ فرمایا ہے۔ "معارف" میں بھی ایک دو مضمون "نیاز" اور "نگار" کی ہرزہ سرائیوں کے خلاف شائع ہو چکے ہیں۔

اب ضرورت یہ ہے کہ "نگار" کسی مسلمان کے ہاتھ میں نظر نہ آئے اور جہاں کہیں اس کا پرچہ دکھائی دے "بحق اسلام" کسی مسلمان کے ہاتھ میں نظر نہ آئے اور جہاں کہیں اس کا پرچہ دکھائی دے "بحق اسلام" ضبط کر کے جلادیا جائے بلکہ ہمارے نزدیک بعض وکلا سے مشورہ کر کے چند مسلمان اس رسالے کے مالک اور ایڈیٹر کے خلاف توہین مذہب کا دعویٰ بھی کردیں تا کہ اس شخص کو جیل خانے میں جا کر قدر عافیت معلوم ہو۔ سچ یہ ہے کہ دنیا بھر میں کسی بڑے سے بڑے ملحد اور زندیق نے خدا، رسول انبیا، جنت، دوزخ، کتب سماوی، مذاہب عالم، سزا و جزا کے متعلق اس قدر ژاژ خائی اور ہرزہ سرائی سے کام نہیں لیا جس کی ذمہ داری نیاز نے اپنے سر لی ہے اور اگر یہ الحاد وفور علم کا نتیجہ ہوتا تو شاید بعض لوگ اسے برداشت بھی کر جاتے لیکن لطف یہ ہے کہ اس شخص کا علم سے دور کا واسطہ بھی نہیں، محفل جہل ہی جہل ہے جس کے یہ کرشمے ہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ مسلمان اس "راج پال" سے کیا سلوک کرتے ہیں۔ (روزنامہ "انقلاب یکم اکتوبر ۱۹۳۱ء)

نیاز فتح پوری نے توبہ بھی کر لی لیکن خدا کی مرضی، مسلمان اس توبہ کو بھی منظور نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ یہ استغفار ریاکارانہ ہے کیونکہ اس استغفار کے ساتھ ہی ساتھ "نگار" میں "ملاحظات" کا کالم لکھ کر نیاز نے ثابت کردیا ہے کہ اس کے قلب میں ابھی "ایمان" پیدا نہیں ہوا۔ بہرحال توبہ استغفار کے بعد ہم اس

بد نصیب انسان پر بہت زیادہ سختی روا نہیں رکھنا چاہیے۔ دلوں کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ جو لوگ اس پر ریاکاری کا الزام لگاتے ہیں، ان سے ہم تو یہی سوال کریں گے۔ کہ بل شققت قلبہ۔

لیکن جو بدبخت اور ملحد انسان نیاز فتح پوری کو جرأت اخلاقی کا سرمایہ دار، آزاد خیال اور وسیع المشرب خیال کرتے تھے، ان سے ہمارا یہ سوال ہے کہ کیا یہی وہ تمہارا نیاز ہے جو امت مسلمہ کی ایک ہی ڈانٹ سے ڈر گیا اور جھٹ قرآن کی آیتیں پڑھنے لگا؟ تم نے خدا اور رسول کی طاقت اور مذہب کے جلال و جبروت کو دیکھا؟ نیاز تو کوئی چیز ہی نہیں، یہاں بڑے بڑوں کی اکڑی ہوئی گردنیں خم ہو گئیں اور ان کی آزاد خیالی ان کے کام نہ آسکی۔

اصل بات یہ ہے کہ نیاز جیسے جاہل آدمی الحاد و زندقہ جیسی بڑی چیز کے متحمل ہو ہی نہیں سکتے۔ الحاد کے لئے بھی بہت قوی کیرکٹر کی ضرورت ہے۔ جس طرح ہر شخص آسانی سے پکا مسلمان نہیں ہو سکتا اس طرح پکا ملحد ہونا بھی بہت مشکل ہے۔ اگر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا اسلام اپنی مثال نہیں رکھتا تو ابوجہل کا کفر بھی بے نظیر ہے۔ ابوجہل کافر تھا، جہنمی تھا لیکن جس چیز پر قائم تھا نہایت استحکام واستواری کے ساتھ قائم تھا۔ اتنے بڑے کفر کو سنبھالنے کے لئے بھی بہت بڑا ظرف چاہیے

پہلے پہل تو نیاز فتحپوری یہ سمجھتے رہے کہ ان کے خلاف چند مولویوں کا یہ شوروغوغا بہت زیادہ نقصان کا باعث نہ ہو گا بلکہ شاید کسی قدر فائدے ہی کا موجب ہو جائے کچھ اور نہیں تو شہرت ہی سہی "بدنام اگر ہوں گے تو کیا نام نہ ہو گا"

نواب کلب علی خاں مرحوم حج کو گئے تو حجاز کے محتاجوں کو ہزارہا روپیہ بطور خیرات تقسیم کیا۔ آپ کے جود وسخا کی بہت شہرت ہوئی۔ اس پر ایک رام پوری کو بہت حسد ہوا۔ اس نے شہرت حاصل کرنے کی ایک "کم خرچ بالانشیں" تدبیر سوچی۔ ایک دن زم زم کے پاس کھڑے ہو کر اس میں پیشاب کر دیا۔ بس پھر کیا تھا، ہر طرف سے تڑا تڑ جوتے پڑنے لگے اور سارے حجاز میں مشہور ہو گیا کہ فلاں شخص کی بے حیائی دیکھو، بدبخت نے زم زم جیسے چشمۂ مقدس میں پیشاب کر دیا۔ رام پوری صاحب اپنی ہمہ گیر شہرت کا آوازہ سن کر بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ نواب صاحب نے شہرت حاصل کرنے کے لئے ہزارہا روپیہ صرف کیا اور ہم مفت ہی میں ان سے زیادہ مشہور ہو گئے۔

نیاز بھی اسی قسم کی شہرت کے دلدادہ تھے۔ چنانچہ وہ انہیں حاصل ہو گئی۔ لیکن جب یار لوگوں نے ان کے رسالے کا بائیکاٹ تجویز کیا۔ ہر جگہ "نگار" کے پرچے جلائے جانے لگے اور اس کے ساتھ ہی تجویزیں شائع ہونے لگیں کہ زیر دفعہ ۲۹۵ تعزیرات ہند، نیاز کے خلاف مقدمات کئے جائیں تو آپ نے جی میں کہا کہ یہ تو بری ہوئی۔ پکائی تھی کھیر ہو گیا دلیہ۔ کہیں الٹے لینے کے دینے نہ پڑ جائیں۔ ایک طرف "نگار" بند ہو جانے جو روزی کا ٹھیکرا ہے۔ دوسری طرف جیل جانے کی ذلت اٹھانی پڑے "یکے نقصان مایہ دیگر شماتت ہمسایہ"

(بقیہ ص ۳۰ پر)

پروفیسر خالد شبیر احمد

جمہوریت اور سیاست دان

میاں نواز شریف کا دعویٰ ہے کہ وہ علامہ اقبال اور محمد علی جناح کی جمہوریت واپس لے آئے ہیں۔ مسلم لیگ کہتی ہے کہ مولوی ضیاء الحق جمہوریت چھین کر لے گئے تھے۔ یوں عوام کو ان کی کھوئی ہوئی متاع عزیز دوبارہ واپس مل گئی ہے۔ جس کے فراق میں عوام نیم مردہ سے ہوگئے تھے۔ یعنی اب ان کے تن بدن میں روح دوڑ جائے گی اور وہ چلنے پھرنے کے نہیں بلکہ بھاگنے دوڑنے کے بھی قابل ہوجائیں گے۔ علامہ اقبال تو سرے سے جمہوریت کے قائل ہی نہیں تھے بلکہ سخت خلاف تھے بانئ پاکستان بھی ایسی جمہوریت کے قطعی خلاف تھے جو میاں نواز شریف معلوم نہیں کہاں سے بھگا کر لے آئے ہیں۔

البتہ یہ بات درست ہے کہ مولوی ضیاء الحق جمہوریت چھین کر لے گئے تھے۔ کون سی جمہوریت؟ مسلم لیگ نے اس کی وضاحت نہیں کی۔ کیونکہ جمہوریت کی بھی تو کئی قسمیں ہیں لیگیوں کا حافظہ کمزور ہے۔ نیم مردہ عوام کے تن بدن میں روح کہاں آئی ہے؟ یہ تو ضیاء الحق کا ان پر احسان ہے کہ مسلم لیگ کے نیم مردہ بلکہ مکمل مردہ گھوڑے کے تن بدن میں جمہوری روح دوڑا دی اور مسلم لیگ کو چلنے پھرنے، بھاگنے دوڑنے بلکہ اچھلنے کودنے، ناچنے گانے اور کولہے مٹکانے کے قابل بنا دیا۔

میاں صاحب کو سوچنا چاہیے کہ اگر جمہوریت نے اپنے دیرینہ مطالبے پھر شروع کر دیے جن کے پورا نہ ہونے کی وجہ سے وہ بھاگ گئی تھی تو پھر کیا بنے گا؟۔ نازو نعمت میں پلی جمہوریت کے نئی نویلی دلہن کی طرح مطالبات کی ایک طویل فہرست ہے جسے پورا کرنا میاں نواز شریف کے بس کی بات نہیں البتہ نوابزادہ نصر اللہ خان ان مطالبات پر ہمدردانہ غور کرنے اور جمہوریت اغوا کرنے کا چالیس سالہ تجربہ رکھتے ہیں۔ لہٰذا میاں صاحب سوچ لیں کہ یہ جمہوریت اپنے مطالبات پر ہمدردانہ غور کرنے کی یقین دہانی کرانے والے ہمدردوں کے ساتھ کہیں پھر نہ بھاگ کھڑی ہو۔ میاں صاحب کو لینے کے دینے پڑ جائیں اور وہ کہتے پھریں

....

عشق نے غالب نکما کردیا
ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے

کہتے ہیں جمہوریت اور عوام کا چولی دامن کا ساتھ ہے چولی "جمہوریت" ہے اور دامن "عوام"۔ یہ بھی تو دیکھنا چاہیے کہ یہ چولی خالی ہے یا اس میں کچھ ہے بھی۔ اور دامن کیسا ہے۔ کیونکہ دامن بھی دو قسم کے ہوتے ہیں۔ پاکیزہ دامن اور آلودہ دامن اگر دامن آلودہ ہوجائے تو چولی کا پاکیزہ رہنا ممکن نہیں جیسا دامن ویسی چولی جیسی چولی ویسا دامن۔ جیسا منہ ویسی چپت۔ ولائتی جمہوریت دیسی عوام کے ساتھ کہاں تک گزر بسر کر سکتی

ہے جہاں لوگ ووٹ کی املا تک سے واقف نہ ہوں۔ وہاں ووٹ کی اہمیت اور شرعی حیثیت کو تلاش کرنا گنجے کے سر پر بال تلاش کرنے کے مترادف ہے۔ یا تو اس جمہوریت کا ولائیتی پن ختم کیا جائے یا پھر عوام کے معیار کو ولائیتی جمہوریت کے مطابق بنایا جائے ورنہ یہ ساتھ نبھنے والا نہیں۔ ہمارے پنجابی کے معروف عوامی شاعر استاد دامن مرحوم کا حال ہمارے سامنے ہے۔ وہ دیسی آدمی تھے اور پاک دامن تھے۔ لیکن بھٹو کی ولائیتی جمہوریت سے ان کی نبھ نہ سکی۔ انہیں کہنا پڑا.........

کیہ کری جاناں ایں، کیہ کری جاناں ایں
کدی شملے جاناں ایں کدی مری جاناں ایں
لائی کھیس جاناں ایں کھچی دری جاناں ایں
کیہ کری جاناں ایں کیہ کری جاناں ایں

لیلائے جمہوریت کے فراق میں سوکھ سوکھ کر ہاتھی ہونے والے سیاست دان ذرا اپنے گریبانوں میں جھانک کر دیکھیں کہ ان کے پلے بھی کچھ ہے کہ نہیں؟ نہ یہ جمہوریت کے قابل نہ جمہوریت ان کے قابل۔

"پلے نہیں دھیلہ تے کردی اے میلہ میلہ"

کیک پیسٹری کھانے والی جمہوریت کو محض پیاز پر ٹرخا دیا جائے تو پھر خدشہ ہے کہ آئی ہوئی جمہوریت کہیں دوبارہ واپس نہ چلی جائے اور ...... جانے والوں کو کہاں روک سکا ہے کوئی۔

(بقیہ از ص ۱۲۸)

آپ نے جھٹ علمائے فرنگی محل کی پناہ لی اور توبہ کر لی۔ "جان بچی سو لاکھوں پائے، خیر سے بدھو گھر کو آئے"

بہرحال ہمارا خیال یہ ہے کہ اب نیاز کو موقع دینا چاہیئے کہ وہ اپنے طور طریقے درست کر لے۔ مسلمانوں کے چاہیے کے "نگار" کے گزشتہ پرچے جہاں کہیں پائیں بلا تامل جلادیں۔ اور اگر نیاز صاحب سے پھر کبھی وہی گستاخیاں سرزد ہوں تو پھر آپ سے وہ سلوک کیا جائے جو آپ کے "شایان شان" ہو۔

رہا آپ کے ادبی کمالات کا پہلو، تو ہم قارئین سے وعدہ کرتے ہیں کہ ہم عنقریب "افکار" کا ایک سلسلہ شروع کرنے والے ہیں جن میں ہم بتائیں گے کہ یہ شخص ادب سے جاہل محض ہے اور اس کی اکثر تصانیف وتالیف چوری کی ہیں۔ اور اس کی عام عادت ہے کہ انگریزی سے الٹا سیدھا ترجمہ کر کے مضمون یا کتاب لکھ مارتا ہے اور اپنے نام سے چھاپ دیتا ہے۔ (روزنامہ "انقلاب" ۲۲ اکتوبر ۱۹۳۱ء)

ساغر اقبالی

زبان میری بات ان کی

* سو بڑے مار دیں۔ عوام مرنے سے بچ جائیں گے (حکیم محمد سعید)

کم از کم حجاج بن یوسف کو آنا چاہیئے!

* بے نظیر اپنی والدہ کو نشے کے ٹیکے لگوا کر ہلاک کرنے کی سازش کر رہی ہیں۔ (ڈاکٹر غلام حسین)

بیٹے کے بعد ماں کی باری۔ ہائے دولت!

* ڈھاکہ میں چوری سکھانے کا سکول کھل گیا۔ (ایک خبر)

کار طفلاں تمام خواہد شد!

* مہنگی بجلی پر غصہ آتا ہے۔ (نواز شریف)

تو بجلی سستی کر کے غصہ ٹھنڈا کر لیں۔

* خدمت کمیٹیوں میں پانچ دس فیصد کرپٹ لوگ ہیں تو کوئی بات نہیں۔ (شیخ رشید)

دودھ میں پانچ دس فیصد پیشاب ہے تو کوئی بات نہیں۔

* عاق کیوں کیا؟ نوجوان نے باپ کو زخمی کر کے خود کشی کر لی (ایک خبر)

دین سے دوری کا نتیجہ

* جابر تھانیدار نے رشوت نہ ملنے پر بچے کی نعش چیر پھاڑ دی۔ (ایک خبر)

ماں کی آہیں تھانیدار کا پیچھا کریں گی۔

* نئے وزراء نے من پسند کمرے نہ ملنے پر دفاتر میں بیٹھنے سے انکار کر دیا۔ (ایک خبر)

غریبوں کی خدمت ایسے ہی تو نہیں ہو جاتی۔

* اسرائیل نے مدینہ منورہ پر حملے کی دھمکی دے دی۔ (ایک خبر)

کتے کی موت آتی ہے تو مسجد کا رخ کرتا ہے۔

* بلوچستان میں شراب کے لائیسنس بحال کر دیئے گئے۔ (ایک خبر)

اور باقی صوبوں میں دخترِ انگور بغیر لائسنس کے چل رہی ہے۔

* میرا دل غریبوں کے لئے دھڑکتا ہے۔ (نواز شریف)

اور غریب مہنگائی کے ہاتھوں دھڑک دھڑک کے مر رہے ہیں۔

* چھٹی ملی۔ تنخواہ نہ ملی۔ غریب کلرک دفتر میں گر کر دم توڑ گیا۔ (ایک خبر)

کلرک کی ہڈی سونا ہے مزدور کی چربی چاندی ہے۔

* ہمارے ہاں جس کی صحت خراب ہو۔ وہ وزیر صحت بن جاتا ہے۔ (شیخ رشید)

طلباء کی دو قسمیں ہیں۔ شاگردِ رشید اور شیخ رشید۔

* سابق صدر فاروق لغاری نے انجمن تاجران ملتان کینٹ کے عہدیداروں سے حلف لیا (ایک خبر)

صدارت چلی گئی مگر حلف لینے کی عادت نہ گئی

* اپنی پارٹی میں صرف مڈل کلاس شامل کروں گا۔ (فاروق لغاری)

تاکہ ان پر صدارتی حکم چلاسکوں

* وزیراعلیٰ کے بیان "اساتذہ کی چھترول" کے خلاف ملتان ڈویژن کے ٹیچروں کا تدریسی بائیکاٹ۔ (ایک خبر)

یہ ہے وزارت اعلیٰ تک پہنچنے کا سائنٹیفک طریقہ

* (کوٹ ادو) مسجد میں ٹی وی چلتا رہا۔ امام کی تکبیریں نواز شریف کے خطاب میں دب گئیں۔ (ایک خبر)

چوں کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی!

* بیورو کریسی کو ایک سے زیادہ سرکاری گاڑیاں۔ پندرہ اپریل تک واپس کرنے کا حکم۔ (ایک خبر)

آج دیں، کل لیں...... نو نقد تیرہ اُدھار

* خواتین کے ساتھ بیٹھنے سے منع کرنے پر کنڈیکٹر پر پولیس تشدد۔ (ایک خبر)

کنڈیکٹر، پولیس سے زیادہ غیرت مند نکلا

* بھٹو پھانسی چڑھ گئے۔ ایٹمی پروگرام کا سودا نہ کیا (بے نظیر) مکروفریب کی کوئی حد ہوتی ہے۔

* خدمت کمیٹیاں کس کی خدمت کریں گی ("جنگ" کی ایک سرخی)

اپنے اپنے عزیزو اقرباء کی!

* "چودھویں کا چاند ہو" نابینا نے نواز شریف کو گانا سنایا، دس ہزار لے لئے۔ (ایک خبر)

شہنشاہوں کی یاد تازہ کر دی۔

* پولیس کا جادو۔ آدھا کلو ہیروئن تھانے پہنچتے ہی پندرہ گرام رہ گئی۔ (ایک خبر)

یہاں شہد کڑوا اور دودھ بھی کالا ہو سکتا ہے۔

* ذہنی رحجان کے بغیر بچوں کو پڑھانا بچوں پر ظلم ہے۔ (ماہرین نفسیات)

اگر پڑھائی کے بغیر ہی نمبر لگوالئے جائیں تو کیسا۔؟

* قوم بھٹو کی پھانسی کے گناہ کا عذاب بھگت رہی ہے۔ (شیخ رفیق)

گویا آپ بھی بھٹو کو پھانسی لگوانے والوں میں سے تھے۔

* جلد ہر پاکستانی سکون کی نیند سوئے گا۔ (نواز شریف)

فی الحال تو تیس چالیس روزانہ سکون کی نیند سو جاتے ہیں۔

* سابق حکمرانوں نے ملک کو دونوں ہاتھوں سے لوٹا (نواز شریف) آپ ایک ہاتھ سے لوٹ رہے ہیں

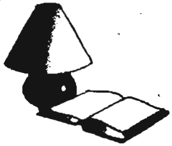

حسنِ انتقاد

تبصرہ کے لئے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے

"سب سے پہلا فتوائے تکفیر"

کتاب کا پورا عنوان ہے...... "مرزا غلام احمد قادیانی کے ارتداد پر سب سے پہلا فتوائے تکفیر، علمائے لدھیانہ نے دیا۔" کتاب کے مرتب ابن انیس حبیب الرحمٰن لدھیانوی اور ناشر رئیس الاحرار اکادمی، محلہ خالصہ کالج، فیصل آباد (پاکستان) ہیں۔ پانچ سو صفحات کی اس ضخیم کتاب کی قیمت صرف دو سو روپے ہے۔ حسن طباعت اور حسن ترتیب اس پہ مستزاد ہے۔

بات یہ ہے کہ کافر تین قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک...... کافر حربی، جن سے لڑائی مسلمانوں پر واجب ہوتی ہے۔ دوسرے...... کافر ذمی، جو جزیہ ادا کرتے ہیں اور ان سے لڑائی واجب نہیں ہوتی۔ تیسرے...... کافر کتابی، جو اہل کتاب کہلاتے ہیں یعنی عیسائی اور یہودی۔ کافر خواہ کسی قسم کا ہو، اسے مسلمان نہیں کہا جاسکتا، اور نہ وہ مسلمان کہلا سکتا ہے۔ بالکل اس طرح، جیسے رات کو دن اور سیاہ کو سفید نہیں کہا جاسکتا۔ بسا اوقات، تاریکی اجالے کا نام اختیار کرنے اور اسی سے اعتبار پانے کی کوشش کرتی ہے۔ مگر کہاں؟ جلد یا بدیر ہوتا یہی ہے کہ

ع...... ہم جسے دن سمجھ رہے تھے وہ ایک تاریک رات نکلی

مرزا غلام احمد قادیانی (۱۸۳۵ء......۱۹۰۸ء) کا معاملہ یہی ہے۔ موصوف ابتدا میں مناظر اسلام اور متکلم اسلام کہلائے اور پھر ملہم من اللہ، مامور من اللہ، مجدد دین، مسیح موعود، مہدئ آخرالزماں، مُحدّثِ امت، ظلی و غیر تشریعی نبی اور مثیل کرشن ہونے کے دعوے کرتے چلے گئے۔

ع...... پہلے جاں، پھر جان جاں، پھر جان جاناں ہوگئے

مگر...... کس کے؟ یقیناً فرنگی کے!

ع...... کہ میرزا کی رگ جاں، پنجۂ فرنگ میں ہے

قادیانیت، سامراجی دور کی یادگار ہے۔ فرنگی سامراج کی روحانی و معنوی اولاد اور برٹش امپیریل ازم کی باقیات سیئات کو بقول مرزا "انگریز کا خود کاشتہ پودا" کہلانا چاہیے۔ ضرور کہلانا چاہیے۔ یہ ان کا حق ہے۔ لیکن انہیں مسلمان نہیں کہلانا چاہیے۔ یہ صرف مسلمانوں کا حق ہے۔ اپنے اس حق کے حصول و حفاظت اور بازیابی و بحالی کے لئے مسلمانوں نے ایک طویل جنگ لڑی ہے۔ فرنگی استعمار سے، اس کے استبداد سے اور اس کی گود میں پلنے والے، پناہ لینے والے، فتنۂ ارتداد سے! اس جنگ میں مسلمانوں کا ہراول وہی لوگ تھے،

جنہوں نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی لڑی تھی۔ یہ علمائے لدھیانہ تھے۔ امام حریت شاہ ولی اللہ دھلوی کے فیض یافتہ، عظیم مجاہد آزادی مولانا عبدالقادر لدھیانوی (م ۱۸۶۰ء) کے فرزندان گرامی...... مولانا محمد لدھیانوی، مولانا عبدالعزیز لدھیانوی اور مولانا محمد عبداللہ لدھیانوی ......رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

جس وقت احتیاط پسندی مرزا کے "الہامات" میں تاویل کی گنجائشیں دیکھتی تھی اور عافیت کوشی "تعرض" کی بجائے "تعذر" کی راہیں ڈھونڈتی تھی......اس وقت مرزا کے ارتداد پر سب سے پہلا فتوائے تکفیر، ۱۸۸۴ء میں انہی علمائے لدھیانہ نے دیا تھا۔ دیوبندی، بریلوی اور اہل حدیث بزرگوں کے انفرادی اور اجتماعی فتاویٰ اور حجاز و حرمین کے علما و شیوخ کے فتاوی .... یہ سب بعد میں آئے۔ علمائے لدھیانہ کی فراست اور حمیت اس قابل ہے کہ اس کا تذکرہ کیا جائے، اس کو سلام کیا جائے۔ پیش نظر کتاب اسی مقصد کے لئے لکھی گئی ہے۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ محاسبۂ قادیانیت کی ایک سو سالہ تاریخ، اس کتاب میں بہت مُرتّب، بہت مربوط اور بہت جامع انداز میں محفوظ کی گئی ہے۔ مؤلف نے ہر اہم اور معروف عنوان سے اعتنا کیا ہے۔ تفصیلات اکثر و بیشتر ایسی ہیں جو غیر معروف تو ہیں، غیر اہم ہر گز نہیں ہیں۔ علمی، عوامی، عدالتی، قانونی اور سیاسی سطح پر، تحفظ ختم نبوت کی مقدس جدوجہد کی یہ داستان کتنے ہی مرحلوں اور کتنے ہی محاذوں کا عہد بہ عہد منظر نامہ ہے۔ دل پزیر و دل گداز، روح پرور و وجد آفریں!

چونکہ یہ ایک حوالے کی کتاب (ریفرنس بک) ہے۔ اس لئے......بہتر ہو گا کہ آئندہ ایڈیشن میں بعض امور کی طرف توجہ دی جائے۔ مثلاً ولیم ہنٹر کی سربراہی میں بننے والے برطانوی تحقیقاتی کمیشن کی رپورٹ (جس میں حکومت برطانیہ سے "ہندوستانی نبی" تیار کرنے کی سفارش کی گئی تھی)، برطانوی پارلیمنٹ میں وزیر اعظم گلیڈسٹون کا قرآن پاک کو زمین پر دے مارنا، برطانوی وزیر ہند لارڈ میکالے کی طرف سے غلام ہندوستان کے لئے نئے نظام تعلیم کی تجویز، سرسید کے سیاسی، مذہبی اور تعلیمی افکار....ان سب موضوعات پر کتاب کے مندرجات کو ثانوی کی بجائے بنیادی ماخذ سے مستند بنایا جائے۔ بعض ماخذ کا اصل انگریزی متن نقل کیا جائے اور بعض کی عکسی نقل بھی دی جائے۔ کتابت کی اغلاط (جو کہ زیادہ نہیں ہیں) ختم کی جائیں۔ کتاب کے آخر میں "اشاریہ" شامل کیا جائے۔

کتاب کے مؤلف ابن انیس حبیب الرحمٰن لدھیانوی، رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے ہیں۔ یہ کتاب ان کی مؤلفانہ زندگی کا نقش اول ہے اور بہت خوب ہے۔ (تبصرہ: ذ۔ بخاری)

کتاب: سرگزشتِ مسکین
مؤلف: غلام محمد نیازی
صفحات: ۲۸۵، قیمت: ۱۵۰ روپے

ملنے کا پتہ: بخاری اکیڈمی، دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان۔

حضرت ابوذر بخاری رحمہ اللہ کا شعر ہے.........

دورِ ماضی کا جہاں تاب، وہ عہدِ زریں
دُرجِ تاریخ کا یکتا و گراں موتی ہے

اور حقیقت بھی یہی ہے کہ گزشتہ نصف صدی پر پلٹ کر نگاہ ڈالیے تو اس دینی و معاشرتی انحطاط کے صید زبوں دور میں خلاقِ عالم نے ہر شعبے میں ایک سے بڑھ کر ایک شخصیت پیدا کی جو صحیح معنوں میں ظلمت کدۂ ہند میں خورشید جہاں تاب کی مصداق تھی۔ تحریک آزادی کے قافلے کو بگٹٹ کرنے والوں کی عظیم اکثریت مذہب کی راہ سے سیاست میں وارد ہوئی تھی۔ سیاسیات ھند میں مجلس احرار اسلام کا کردار دیگر جماعتوں پر اس لحاظ سے بھی فوقیت رکھتا ہے کہ احرار میں دینی علوم و فنون سے آراستہ شخصیات کے ساتھ ساتھ جدید تعلیم سے پیراستہ رہنما بھی موجود تھے۔ جبکہ دیگر معاصر جماعتیں مثلاً مسلم لیگ سراسر غیر مذہبی جبکہ جمعیت علماء ہند یکسر مذہبی قیادت کی حامل تھیں۔ مجلس احرار کے اس خوشگوار جدید و قدیم اتحاد اور امتزاج کے نتیجے میں ہر مکتبۂ فکر کے ممتاز افراد نے اسی جماعت میں گوشۂ عافیت ڈھونڈا۔ مثلاً چودھری افضل حق، مولانا سید محمد داؤد غزنوی، مظہر علی اظہر، شیخ حسام الدین، تاج الدین انصاری، شورش کاشمیری، صاحبزادہ سید فیض الحسن، سید محمود احمد کاظمی ایڈووکیٹ، حافظ علی بہادر خان، نوابزادہ محمود علی خان، عبدالجلیل خان ایڈووکیٹ، چودھری عبدالستار، اشرف عطاء، سید بدرالدجیٰ اور محمد حسن چغتائی وغیرہ،

احرار بے غرض، بے لوث اور بے نفسوں کی جماعت تھی۔ بہادری اور دلاوری ان کا جوہر تھا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ نتائج و عواقب سے بے پرواہو کر ہر پرخطر وادی میں اترے اور سرخرو ہو کر لوٹے۔

فدائے احرار حضرت مولانا محمد گل شیر شہید رحمۃ اللہ علیہ انہی جی داروں اور جگر داروں کے قافلۂ حق کے سرخیل تھے۔ ان کی جرأت و حق گوئی اور حق پژوہی کا ایک زمانہ شاہد و عادل ہے۔ ان کے حلقۂ رفاقت میں شجیع، متشرع و متدین اور کردار کا اجلاپن ہونا "شرائط رکنیت" میں شامل تھا۔ جن کی روشن مثال حضرت صوفی عبدالرحیم نیازی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ جو فی الحقیقت ان خصوصیات سے غایت درجہ بہرہ ور تھے۔ حضرت صوفی صاحب بلند قامت، وجیہہ و دلاویز اور ملنسار شخصیت تھے۔ وہ جدید تعلیم یافتہ ہی نہ تھے بلکہ ایک صف شکن مجاہد ہونے کے علاوہ ذاکر و شاغل اور زاہد شب زندہ دار صوفی بزرگ بھی تھے۔

اوائل عمری میں مولانا گل شیر شہید کی معجز بیانیوں کا شکار ہوئے اور ان کے رفیق کار بن گئے۔ مولانا شہید ان دنوں ہندوؤں کی چیرہ دستیوں کے خلاف نبرد آزما تھے۔ صوفی عبدالرحیم خان ان کی ولولہ انگیز قیادت و سیادت میں اس جہاد میں شریک ہوئے۔ "انجمن اصلاح المسلمین" سے لے کر "فوجِ محمدی" کے قیام تک دسیوں تحریکوں میں آپ نے مجاہدانہ کردار اداء کیا۔ جب مولانا گل شیر خان مجلس احرار میں شامل ہوئے تو حضرت صوفی صاحب بھی سراپائے احرار بن گئے اور انگریز سامراج کے خلاف احرار کی کفر شکن یلغار

اور ایمان پرور روایات کے سالار اور امین بن گئے۔ کالاباغ کے مظلوموں کے حق میں آواز اٹھائی تو نتیجتہً مولانا گل شیر شہید کر دیئے گئے اور آپ بھی جان لیوا مصائب سے دوچار ہوئے۔ (اسی تحریک میں مولانا مفتی محمود مرحوم نے ایک رضا کار کی حیثیت میں صوفی صاحب کی قیادت میں کام کیا تھا۔) پاکستان بن گیا تو ملک کی تعمیر و ترقی اور استحکام کے لئے اپنی تمام مساعی بروئے کار لائے۔ ۱۹۵۳ء اور ۱۹۷۴ء کی تحاریک تحفظ ختم نبوت میں نمایاں کردار ادا کیا اور قید و بند کی صعوبتوں سے گزرے۔ حکومتِ الٰہیہ کے قیام و نفاذ اور دین اسلام کی سربلندی کے لئے تمام عمر متحرک اور کوشاں رہے۔ اور اس راہ میں جان ومال اور برادری نیز اپنوں اور بیگانوں کی مخالفت کو خاطر میں لائے بغیر دیوانہ وار کام کرتے رہے اور آخر کار ۱۷، اپریل ۱۹۹۱ء کو فیصل آباد میں آخرت کو سدھار گئے۔ آپ کا جنازہ جانشین امیر شریعت مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بخاری رحمہ اللہ نے پڑھایا۔

آپ کی سعید فطرت اولاد نے آپ کے مشن کو قائم رکھا ہوا ہے اور احرار کے سرخ پرچم تلے دین مبین کی حاکمیت و بالادستی کے لئے سرگرم عمل ہے۔ حضرت صوفی صاحب کے لائق صاحبزادے اور معروف ماہر تعلیم جناب غلام محمد نیازی نے احقر کی تجویز اور بارہا اصرار پر اپنے والد ماجد کی تاریخی خدمات کو ''سرگزشت مسکین'' کے نام سے مرتب کیا ہے۔ کتاب کا مقدمہ حضرت سید عطاء المحسن بخاری مدظلہ امیر مجلس احرار اسلام پاکستان نے تحریر فرمایا ہے۔ سات ابواب پر مشتمل ''سرگزشت مسکین'' میں تعزیتی مراسلات، ممتاز اہل قلم اور صوفی صاحب کے احباب و معتقدین کے تاثراتی مضامین، سوانحی خاکہ و معاشرتی سرگرمیاں، سیاسی زندگی کی روداد، تقسیم ملک کے بعد خدمات، خاندان اور اولاد کا تذکرہ، رزم و بزم کے ساتھیوں کے احوال و تذکار اور آخر میں آپ کی پنجابی شاعری کا انتخاب......... یہ سب کچھ اتنا تفصیلی اور جاندار ہے کہ فاضل مؤلف کو بے ساختہ داد و تحسین اور تبریک پیش کرنے کو جی چاہتا ہے۔ حضرت صوفی صاحب کی شاعری میں واقعہ کربلا کے حوالے سے مروّجہ روایات کا بیان محل نظر ہے جو ان کے ایک خاص دور کا ترجمان ہے۔ ''سرگزشت مسکین'' جہاں ایک عظیم انسان کی سوانح، جدوجہد، احوال و آثار اور شخصیت و کردار کا خوبصورت مرقع پیش کرتی ہے۔ وہیں اپنے عہد کے تاریخ ساز کرداروں سے بھی روشناس کراتی ہے۔ جناب غلام محمد نیازی کا قلم باپ کی محبت میں ڈوبا ہوا نہیں ہے، بلکہ انہوں نے واقعات کی اچھی طرح چھان بین کے بعد انہیں ایک بے لاگ مؤرخ کی طرح پیش کیا ہے۔ تحریک آزادی میں شمالی پنجاب کے خطے ضلع میانوالی کے کردار سے آگاہی ''سرگزشت مسکین'' کے مطالعہ کے بغیر ادھوری اور نامکمل ہے۔ کتاب کی طباعت نہایت عمدہ، کمپیوٹر کتابت اور قیمت صرف ۱۵۰ روپے ہے (تبصرہ: محمد عمر فاروق)

سید محمد زکریا انور
متعلم جامعہ خیر المدارس ملتان

تم کیا گئے؟

کتنی ہی ہر دل عزیز شخصیت ہو اُسے اس فانی دنیا سے ایک دن کوچ کرنا ہے۔ ہر روز ہم اپنی آنکھوں سے جنازے اٹھتے دیکھتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود ہمیں موت کی فکر نہیں۔ ربّ ذوالجلال کا یہ حکم نہ جانے ہماری آنکھوں سے کیوں اوجھل ہے، **کل نفس ذائقة الموت** کہتے ہیں کہ انسان دنیا سے چلاجاتا ہے لیکن دلوں میں بسنے والے بظاہر دنیا سے منتقل ہوتے ہیں۔ بعض خوش بخت ایسے اجل کو سینے سے لگاتے ہیں کہ حیاتِ ابدی یعنی شہادت کی موت پاجاتے ہیں۔ یہ عظیم موت، عظیم لوگوں کے حصے میں ہی آتی ہے۔ اس موت کے بارے میں پیغمبر انقلاب، امام المجاھدین، نبی السیف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ، میری آرزو ہے کہ میں تیرے رستے میں شہید کیا جاؤں، پھر زندہ کیاجاؤں، پھر شہید کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں پھر شہید کیا جاؤں اس حدیث مبارکہ سے آپ خود اندازہ لگائیے کہ شہادت کتنی عظیم نعمت ہے جسکے بارے میں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام شہادت سے آرزو فرمارہے ہیں۔ اقبال نے کیا خوب کہا۔

شہادت ہے مقصود و مطلوب مومن
مالِ غنیمت نہ کشور کشائی

قرآن پاک میں اللہ رب العزت نے شہداء کی حیات کا صراحتاً اعلان فرمایا

وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّ لٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۝

اور نہ کہو ان کو جو مارے گئے اللہ کی راہ میں کہ مردے ہیں۔ بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم کو خبر نہیں۔ (پ۲، آیت ۱۵۴، ترجمہ حضرت شیخ الہندؒ)

دیکھئے شہادت کا مرتبہ کتنا عظیم ہے معروف واقعہ ہے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جنھوں نے اپنی مبارک زندگی گھوڑے کی پشت پر آگ وخون سے کھیلتے ہوئے گزار دی لیکن اجل بستر پر لکھی ہوئی تھی۔ نزع کے وقت آنکھوں میں آنسو آگئے۔ کسی نے پوچھا موت سے ڈر گئے؟ فرمایا نہیں، میں نے تو رب سے شہادت مانگی تھی اور اسکی تلاش میں بڑے بڑے طوفانوں سے ٹکرلی لیکن موت بستر پر آرہی ہے۔

آجکل ہمارے ملک میں بے گناہ نمازی، علماء، طلباء اور دینی اسکالروں کا خون پانی کی طرح بہایا جارہا ہے۔ کتنی ماؤں کے دل کے ٹکڑے اور کتنی بیویوں کے سہاگ اور کتنی بہنوں کی چادروں کے محافظ بھائی،

دین دشمن عناصر کے ہاتھوں عالم آخرت کی طرف چل بسے۔ انہی شہیدوں میں سے ایک میرا بہت ہی پیارا خالہ زاد بھائی، بھائی جان "سید محمد شاہ" بھی ہے۔ جس نے ابھی جوانی کی دہلیز پر قدم رکھا ہی تھا، جس کے ہنستے کھیلتے مسکراتے چاند سے چہرے پر ڈاڑھی پھوٹ رہی تھی۔ جو ابھی طفل مکتب تھا، جو تحصیل علم کے لئے اپنے وطن سے سینکڑوں میل دور گیا تھا۔ وہ بااخلاق شخص جو کسی سے ایک بار ملتا تو اسکے دل میں گھر کر لیتا، ماں کی امیدوں اور بہنوں کے ارمانوں کا سہارا نماز جمعہ کے لئے گھر سے گیا تھا، جس کا سامان تیار کر کے اس کی بہنیں انتظار کر رہی تھیں۔ سفر کے لئے کھانا باندھ کر ماں اسکی راہیں تک رہی تھی۔ بھائی اور والدہ بڑی بے چینی سے اس کے منتظر تھے۔ وہ گھر سے پانی سے نہا کر گیا تھا لیکن جب گھر واپس پہنچا تو اپنی جوانی کے گرم اور پرجوش خون سے نہایا ہوا تھا۔ یہ تھا وہ معصوم نواسۂ رسول سید محمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ جو آغازِ شباب میں ہی بارگاہ الہٰی میں حاضر ہو گیا۔ یہ میرے بھائی جان تھے۔ جو خطیب الاحرار، رفیق امیر شریعت، مولانا سید فضل الرحمٰن شاہ صاحب احرار رحمہ اللہ کے نواسے، حضرت حافظ محمد نعیم شاہ صاحب کے چشم و چراغ اور شیخ الحدیث مولانا سید جاوید حسین شاہ صاحب کے ہونے والے داماد تھے۔ نہایت متقی، باصلاحیت نوجوان تھے۔ دارالعلوم کراچی کے ہونہار طلباء میں سے تھے۔ پہلے درجہ فارسی سے لیکر درجۂ حدیث تک جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد میں علم حاصل کیا۔ پھر تخصص (پی ایچ ڈی) کے لئے دارالعلوم کراچی چلے گئے۔ ابھی ایک سال مکمل ہوا تھا کہ تمام اساتذہ خصوصاً حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب کی توجہات اور شفقتوں کا مرکز بن گئے۔ سالانہ تعطیلات میں گھر آئے ہوئے تھے اور ۱۳ فروری ۱۹۹۸ء بروز جمعہ شام کو فیصل آباد سے کراچی روانگی تھی۔

رخصت سفر باندھ کر اپنے استاذ مفتی محمد مجاہد صاحب کے ساتھ نماز جمعہ کے لئے تشریف لے گئے۔ شروع ہی سے دونوں کے درمیان حد درجہ محبت اور انس تھا۔ مفتی مجاہد صاحب نے بحیثیت استاذ تربیت میں کوئی کمی نہیں چھوڑی تھی۔ اکٹھے ہی آنا جانا ہوتا۔ چھٹیاں بھی انہیں کے پاس گزارتے۔ آج آخری سفر کے لئے بھی اکٹھے ہو گئے نماز جمعہ سے واپسی پر راستے میں کھڑے ہوئے دو دہشت گردوں نے ان معصومین کو خون میں نہلا دیا۔ یہ نوجوانانِ اسلام اپنے پاک اور گرم خون کو لیکر ربِّ ذوالجلال کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے اور اپنے وطن کی آگ اور خون سے آلودہ فضاؤں کو ہمیشہ کے لئے الوداع کہہ دیا۔

تیرے جانے سے چمن میں اس طرح چھائی خزاں
ہر کلی ہے نوحہ گر ہر پھول کے آنسو ہیں رواں

اب انہیں شہید ہوئے دو ماہ بیت چکے ہیں مگر قاتل اپنے گھروں میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ ہم حکومت سے انصاف کی بھیک نہیں مانگتے۔ ہم اپنے شہیدوں کے خون کا حساب ان فصلی بٹیروں اور نااہل حکمرانوں سے نہیں لیتے۔ ہم نے کوئی احتجاج کوئی توڑ پھوڑ نہیں کی، ہم وطن کے لئے جانوں کا نذرانہ پیش کرنا عبادت

سمجھتے ہیں مگر اتنا ضرور کہتے ہیں کہ بے شرم حکمرانوں نے ہمارے اخلاص کا یہی صلہ دیا کہ ہمارے شہیدوں کے قاتلوں کو کھلا چھوڑ دیا۔ ہم صبر کرتے ہیں اور اللہ کی بارگاہ میں اپنے دین اور ظالم حکمران کے خلاف استغاثہ دائر کرتے ہیں۔ ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ ضرور انصاف کرے گا اور ہمیں صبر کا صلہ عطاء کرے گا ان شاء اللہ۔ اس استغاثہ میں ایک نام نہیں بلکہ علماء حق کے خونِ ناحق کی ایک طویل فہرست ہے۔ مولانا حق نواز جھنگوی، مولانا ایثار القاسمی، مولانا صادق شاہ صاحب، مولانا احسان اللہ فاروقی، مولانا ضیاء الرحمن فاروقی، ڈاکٹر حبیب اللہ مختار، مولانا انیس الرحمن درخواستی، مفتی عبدالسمیع، مولانا قاری اللہ داد تونسوی، خیر المدارس کے دو ہونہار طالب علم، ندیم اقبال اعوان ایڈووکیٹ، دارالعلوم کبیر والا کے دو طلباء اور اب فیصل آباد میں حضرت مولانا مفتی محمد مجاہد اور مولانا محمد شاہ شہید۔ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے اپنی زندگی دین حق کے لئے وقف کر رکھی تھی۔ اللہ تعالیٰ اپنے دین کے ان خادموں کو ناحق قتل کرنے والوں کو ضرور عبرتناک سزا دے گا۔

ملک میں بدامنی اور قتل وغارت کی جو فضا قائم ہے اس کے نتیجے میں آئے روز بے گناہ شہری موت کی وادی میں اتر رہے ہیں۔ ان سب بے گناہوں کا خون حکمرانوں ہی کے سر ہے۔ جو اللہ کی سزا سے بچ نہیں سکیں گے۔

بھائی جان شہید انتہائی بااخلاق، اور ذہین و فطین تھے۔ اپنے نانا مجاہد اسلام سید فضل الرحمن احرار رحمہ اللہ کی آرزوؤں کا مظہر تھے۔ مولانا احرار ساری زندگی شہادت کی تڑپ میں پھرتے رہے لیکن

..... یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا

بقول سعدی، اللہ کو اپنے جس بندے سے محبت ہوتی ہے تو حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کرنے کے بعد اسے اپنے دربار میں بلا لیتے ہیں۔ بھائی جان شہید نے شہادت سے صرف ایک دن قبل جتنی امانتیں اپنی پاس تھیں سب کو ایک کاغذ پر لکھ کر امانتیں اس میں لپیٹ دیں اور آفرین ہے اس شہید ناز پر جب گولیاں اس کے نازک جسم پر لگیں اور دایاں ہاتھ شل ہو گیا جیب میں کسی کا خط تھا جو بائیں ہاتھ سے جیب سے نکالا اور اپنا مقدس اور گرم خون اپنی انگلیوں سے لگا کر اس شخص کا (جس کی یہ امانت تھی) فون نمبر لکھ دیا۔ اللہ اکبر...... اسکے بعد کلمۂ شہادت پڑھتے ہوئے رکشے کی سیٹ پر اپنا سر رکھ دیا اور جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔ ان کی میت کو ہسپتال لے جایا گیا۔ شہر میں اطلاع ہوئی تو سینکڑوں کی تعداد میں علماء وطلباء ہسپتال پہنچنا شروع ہو گئے الحمدللہ سید فہیم شاہ صاحب کی کوشش سے پوسٹ مارٹم نہیں کرنے دیا گیا۔ اللہ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے اور انکی سعی قبول فرمائے۔ کراچی میں تعلیم کے دوران ان کے شفیق استاذ مفتی محمد مجاہد شہید کی والدہ کا انتقال ہوا تو انھوں نے اپنے تعزیتی خط میں چند اشعار بھی نقل کئے تھے، ایک شعر تھا۔

وہ پھول چنا میرے گلستاں سے اجل نے
جس پھول کی خوشبو سے معطر ہے جہاں آج

میں یہی شعر اپنے شہید بھائی کی نذر کرتا ہوں...... شہید کی والدہ کو دیکھ کر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی یاد تازہ ہو رہی تھی، جو بھی آتا انہیں فرماتی "شہیدوں پہ رویا نہیں جاتا"

۱۴/ مارچ کی صبح شہید معصوم کا جنازہ گھر سے اٹھا تو والدین صبر و استقامت کا پہاڑ بنے کھڑے تھے۔ جامعہ امدادیہ پہنچے تو ان کے استاذ اور رفیقِ شہادت مفتی محمد مجاہد شہید ان کا انتظار کر رہے تھے۔ دونوں شہداء کو ڈی گراؤنڈ لے جایا گیا۔ یہاں نمازِ جنازہ اداء کی گئی۔ تاحد نگاہ انسانوں کا ایک خاموش سمندر تھا جو شہداء اسلام کے غم میں ساکت و جامد تھا۔ نمازِ جنازہ میں علماء و طلباء کے علاوہ مسلمانوں کے ایک جمِ غفیر نے شرکت کی۔ اور پھر یہ چاند چہرے ہمیشہ کے لئے ہماری نظروں سے اوجھل ہوگئے۔

الوداع، اے محترم بھائی، الوداع۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے دامنِ رحمت میں ڈھانپ لے۔ آمین

ویراں ہے میکدہ خم و ساغر اداس ہیں
تم کیا گئے روٹھ گئے دن بہار کے

ماہنامہ الرشید مارچ ۹۸ کی خصوصی اشاعت
مولانا انعام الحسن نمبر
امیر تبلیغی جماعت
۱۹۶۵ء تا ۱۹۹۵ء
۷۵۰ صفحات، سائز کلاں۔ قیمت/۲۵۰ روپے
الرشید کا سالانہ چندہ/۱۵۰ روپے بھیجکر/۱۵۰ روپے میں
گویا/۳۰۰ روپے میں سال بھر ماہنامہ الرشید اور خصوصی نمبر بھی،
ماہنامہ الرشید ۲۵ لوئر مال، لاہور۔ فون۔ ۷۱۱۱۸۹۹

احمد معاویہ ناظم نشریات مجلس احرار اسلام لاہور

جمہوریت اور جمہوری نظام کے ساتھ دینی جماعتوں کی مفاہمت نفاذِ اسلام کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے

مسلم لیگ اور پیپلز پارٹی بے دینی کا سیلابِ بے پناہ ہیں

احرار، جمہوریت اور سیکولرازم جیسے کافرانہ وملحدانہ نظاموں کے خلاف پوری قوت سے جہاد کریں گے۔

جب تک دین کو قومی معاملہ سمجھ کر جدو جہد نہیں کی جائے گی وعدۂ خلافت پورا نہیں ہوگا (قائداحرار سیدعطاءالمحسن بخاری)

مجلس احرار اسلام لاہور کی جانب سے مرکزی قائدین کے اعزاز میں استقبالیہ سے قائدین احرار کا خطاب

ہیں احرار پھر تیز گام اللہ اللہ
ہوئی تیغ حق بے نیام اللہ اللہ

کل پاکستان شہداء ختم نبوت کانفرنس ربوہ کے بعد اگلے روز ۱۴ [illegible] بروز ہفتہ مجلس احرار اسلام پاکستان کی مرکزی مجلس شوریٰ کا ایک بھرپور اجلاس مدرسہ ختم نبوت مسجد احرار ربوہ میں منعقد ہوا۔ جس میں اتفاق رائے سے ابن امیر شریعت حضرت سید عطاء المحسن بخاری کو احرار کا مرکزی امیر، مولانا محمد اسحق سلیمی کو ناظم اعلیٰ جبکہ محترم عبداللطیف خالد چیمہ کو مرکزی ناظم نشرواشاعت منتخب کیا گیا...... ایک طویل وقفہ وانتظار کے بعد احرار کی مرکزی قیادت کے انتخاب سے ملک بھر کے احرار کارکنوں میں خوشی ومسرت کی لہر دوڑ گئی۔ انتخاب کے بعد ملک کے مختلف شہروں میں قائدین احرار کے اعزاز میں استقبالیہ تقریبات کے انعقاد کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ جو بجائے خود رابطۂ عوام مہم کا حصہ بن گئی ہیں۔ ان تقریبات کے ذریعے بہت سے نئے احباب کو احرار کے منشور، اہداف ومقاصد اور طریق کار کو جانچنے، پرکھنے اور سمجھنے کا موقع مل رہا ہے...... ایسی ہی ایک تقریب مجلس احرار اسلام لاہور کی جانب سے منعقد ہوئی۔ جس میں احرار کے مرکزی قائدین: محترم امیر سید عطاء المحسن بخاری، مولانا محمد اسحق سلیمی، عبداللطیف خالد چیمہ، پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری، پروفیسر خالد شبیر احمد، جناب ظفر اقبال ایڈووکیٹ اور محترم ثناء اللہ بھٹہ، نے شرکت کی، ان کے علاوہ مریدکے سے جناب حکیم محمد صدیق تارڑ نے اپنی علالت وپیرانہ سالی کے باوجود بطور خاص شرکت فرمائی۔

اس موقع پر محترم ظفر اقبال ایڈووکیٹ صدر مجلس احرار اسلام لاہور نے قائدین احرار کی خدمت میں سپاس نامہ پیش کیا۔ جو اپنے مندرجات کے اعتبار سے تشکر وسپاس کے علاوہ تاریخ احرار، تحاریک احرار اور

جماعت کی جدوجہد اور فکر و نظر پر محیط تھا۔ جبکہ مولانا محمد اسحٰق سلیمی مدظلہ نے "التزام جماعت اور اطاعت امیر"، محترم پروفیسر خالد شبیر احمد نے "احرار کا موجودہ سیاسیات کے متعلق نقطۂ نظر" جناب عبداللطیف خالد چیمہ نے "احرار کے تحریکی محاذ"۔ کے عنوانات پر مختصر مگر پُر مغز گفتگو کی، محترم چودھری ثناء اللہ بھٹہ نے اپنی گفتگو میں ماضی کی یادوں کو کریدتے ہوئے جماعت کے تنظیمی عمل، اور دعوتی مجالس کے اہتمام پر زور دیا.......... اس طرح یہ استقبالیہ تقریب ایک فکری سیمینار کا روپ دھار گئی۔

محترم ظفر اقبال ایڈووکیٹ نے سپاس نامہ پیش کرتے ہوئے کہا

"میرے لئے یہ امر باعث صد مسرت و افتخار ہے کہ آج میں آپ حضرات کو لاہور کی سرزمین پر مجلس احرار اسلام لاہور کی جانب سے خوش آمدید کہہ رہا ہوں، یہ آپ حضرات کی کمال مہربانی ہے کہ آپ نے ہماری درخواست پر انتخاب کے بعد اولین فرصت میں یہاں آنا پسند فرمایا۔

قائدین محترم! سرزمین لاہور نہ تو آپ کے لئے نئی ہے اور نہ مجلس احرار اسلام کے لئے اجنبی۔ اسی شہر میں حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری، چودھری افضل حق، مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی، شیخ حسام الدین، مولانا سید محمد داؤد غزنوی، غازی عبدالرحمٰن اور دیگر بانیانِ جماعت نے اکٹھے ہو کر مجلس احرار اسلام کی بنیاد رکھی اور اسی شہر میں مجلس احرار اسلام کے پہلے جلسہ (زیر صدارت چودھری افضل حق) سے حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا:

"میں چاہتا ہوں کہ مسلمان نوجوان ہندوستان کی آزادی کا ہراول ثابت ہوں اور آزادی کے حصول کا فخر ہمارے حصہ میں آئے۔" آج بھی اس شہر لاہور کے درودیوار سے حضرت امیر شریعت اور ان کے کارواں کی بلند کی ہوئی صدائے حق کی بازگشت سنائی دے رہی ہے......... یہ بات آپ ہم سے کہیں بہتر جانتے ہیں کہ مجلس احرار اسلام کی تاریخ جہد مسلسل سے عبارت ہے اور اس کا ماضی شاندار اور تابناک ہے۔ جس پر ہمیں بجا طور پر فخر ہے۔ ملک میں سر اٹھانے والے ہر کذاب اور فتنے کی بیخ کنی کے لئے مجلس احرار اسلام نے اپنی پوری قوت سے تحریک چلائی۔ احرار کی زندہ تحریک، "تحفظ ختم نبوت" ہے۔

احرار نے مختلف فتنوں کے استیصال اور تحفظ و فروغ دین کے لئے مختلف تحریکیں برپا کر کے قوم کی رہنمائی کی، اور مختلف مفاد پرست گروہوں کی جانب سے دین کے نام پر چلائی جانے والی تحریکوں سے باخبر کیا۔

انہوں نے محترم قائدین کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

عقیدت و محبت کی بنا پر، اور خاندانی وابستگی یا ذاتی تعلقات کی بنیاد پر جماعت میں شامل ہونے والے افراد

تربیت اور کردار سازی کے بغیر صوفی اور مجاور تو بن سکتے ہیں۔ مجاہد اور کسی دینی تحریک کے کارکن نہیں۔
قائد احرار سید ابو معاویہ ابوذر بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا تھا:
"احرار کا مقصد مجاور پیدا کرنا نہیں مجاہد تیار کرنا ہے"
اس سلسلہ میں انہوں نے مجلس احرار لاہور کی جانب سے چند تجاویز پیش کرتے ہوئے کہا:
* مجلس احرار اسلام کے رہنما اصولوں کو مدنظر رکھتے ہوئے موجودہ حالات کے پیش نظر جماعت کی پالیسی اور اہداف کا تعین کیا جائے۔
* جماعت کے منتشر اور بچھڑے ہوئے کارکنوں کو اکٹھا کیا جائے۔
* کارکنوں کی تربیت اور کردار سازی کے لئے ایک جامع نصاب اور پروگرام مرتب کیا جائے کہ احرار کارکن ایک دینی تحریک کے باشعور کارکن ہوں۔ وہ غلبۂ دین کے لئے ایک طرف تو قرآن پاک کی اس آیت کی تفسیر ہوں کہ:

ادع الیٰ سبیل ربک بالحکمة والموعظة الحسنة وجادلھم بالتی ھی احسن

اور دوسری طرف وہ جذبۂ جہاد سے اس طرح سرشار ہوں کہ

وقاتلواھم حتی لا تکون فتنة ویکون الدین کله للّٰه،

آخر میں انہوں نے ایک مرتبہ پھر قائدین احرار کو ان کے مرکزی عہدوں پر منتخب ہونے کی مبارک باد پیش کرتے ہوئے لاہور تشریف آوری پر شکریہ ادا کیا۔

استقبالیہ تقریب کے مہمان خصوصی حضرت سید عطاء المحسن بخاری نے اپنے خطاب میں احرار کے فکرو نظر پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا:

انسانی معاشرہ میں انسانوں کے ساتھ اچھا برتاؤ بہت بڑا عمل صالح ہے کاش ہمارے معاشرے کے لوگ اس حقیقت سے واقف ہو جائیں۔ عمل صالح، جہاد اور تبلیغ ہے، صرف انفرادی اعمال ہی عمل صالح نہیں ہیں۔ اسلام انفرادی مسئلہ نہیں ہے۔ نظامِ جدید نے پوری قوت اس بات پر لگادی ہے کہ دین انفرادی معاملہ ہے۔ حالانکہ دین ہی ایک قومی معاملہ ہے۔ دیگر معاملات قومی نہیں ہیں۔ اور جب تک ہم دین پر عمل نہیں کریں گے۔ اجتماعی طور پر اس کو لے کر آگے نہیں بڑھیں گے۔ وعدۂ خلافت پورا نہیں ہوگا۔ بارش کی طرح آسمان سے خلافت نہیں برسے گی۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہمارے لئے قانونی، شرعی ہر اعتبار سے ضابطہ ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تھوک پھینکنے کے طریقے سے لے کر کارِ حکومت انجام دینے تک ہر طرح کی

رہنمائی فرمائی ہے۔ پاکستان میں اسلام کے نفاذ میں سب سے بڑی رکاوٹ جمہوریت اور اس نظام کے ساتھ ہمارے ملک کی دینی جماعتوں کی مفاہمت ہے اور اسی پر پوری کائنات کے لئے رہنما اصول سرور کونین امام المشرقین والمغربین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ "چچا جان دائیں ہاتھ پر آفتاب رکھ دیجئے۔ بائیں ہاتھ پر ماہتاب رکھ دیجئے اور یہ کہئے کہ میں اللہ کے دین کی تبلیغ میں کوئی نرمی برتوں ایسا نہیں ہو سکتا۔ یا میں کلمۃ اللہ کو بلند کر کے رہوں گا یا اس راستے میں قتل کر دیا جاؤں گا۔ اس راہ میں جتنی مشکلات ہیں ان سے نبرد آزما رہوں گا قدم قدم پر مقابلہ کروں گا۔ یہ ہے دین کا منشور اور پروگرام۔

ہمارا اور کوئی منشور نہیں ہے۔ پاکستان کی تمام پولیٹیکل پارٹیاں سیکولر اور لادین ہیں۔ کسی کا مقصد دین نہیں ہے۔ خصوصاً مسلم لیگ اور پیپلز پارٹی.......... دونوں بے دینی کا سیلاب بے پناہ ہیں۔ دونوں دین دشمنی اور سیکولرازم کی حمایت میں ایک ہیں۔ ان دونوں کا سارا زور اس بات پر ہے کہ دین کو انفرادی معاملہ قرار دیکر اجتماعی زندگی اور قومی معاملات سے اسلام اور اسلامی اقدار کو الگ کر دیا جائے۔ ہمارے حکمران اور سیاستدان پچاس برس سے اسلام اور عوام کے حقوق کا استحصال کر رہے ہیں۔ جبکہ ہماری مذہبی جماعتیں سیکولر طبقات سے مفاہمت اختیار کر کے اپنے آپ کو دھوکہ دے رہی ہیں۔

احرار جمہوریت اور سیکولرازم جیسے کافرانہ اور ملحدانہ نظریات کے خلاف پوری قوت سے رکاوٹ پیدا کریں گے۔ احرار صرف دین کے نوکر ہیں۔ نتائج و ثمرات سے بے پرواہ ہو کر محض اپنی ڈیوٹی سمجھ کے اپنا فریضہ انجام دے رہے ہیں اور یہ ہمارے لئے اعزاز کی بات ہے۔ اور ان شاء اللہ احرار آخر دم تک اپنی ڈیوٹی نبھاتے رہیں گے۔ حضرت سید عطاء المحسن بخاری مدظلہ کے علاوہ مولانا محمد اسحق سلیمی، حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری، جناب عبداللطیف خالد چیمہ، پروفیسر خالد شبیر احمد، چودھری ثناء اللہ بھٹہ، مولانا قاری محمد یوسف احرار نے بھی خطاب کیا۔ منتخب موضوعات پر ہونے والے خطبات اس اہتمام کے حامل ہیں کہ انہیں علیحدہ شائع کیا جائے فی الحال اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

سامعین نے تمام خطابات نہایت توجہ اور انہماک سے سماعت کئے۔ نئے احباب کو احرار کے اہداف افکار کا علم ہوا اور کارکنانِ احرار کے فکر و عمل کو جلا ملی۔

استقبالیہ تقریب کو جماعتی سلوگن پر مشتمل بینرز سے مزین کیا گیا تھا۔ جبکہ چودھری افضل حق، امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری، سید ابو معاویہ ابوذر بخاری کے مختلف خطبات کے ایمان پرور اقتباسات چارٹوں پر لکھ کر آویزاں کئے گئے تھے......

ابو معاویہ رحمانی

ناظم نشرواشاعت مجلس احرار اسلام ضلع رحیم یار خان

*جمہوریت میں اسلام ڈھونڈنے والوں کو اسلاف کے نقش قدم سے برگشتہ کیا گیا ہے۔
* پاکستان کی موجودہ حالت نفاذ اسلام کے وعدہ سے انحراف کی سزا ہے۔
سید عطاء المحسن بخاری (امیر مجلس احراراسلام پاکستان)
*دینی قوتوں میں انتشار لادینی نظاموں کی اتباع کا نتیجہ ہے (مولانا محمد اسحٰق سلیمی) مرکزی ناظم اعلیٰ
*احرار سچے راستے پر گامزن ہیں، انہیں اس راستے سے کوئی نہیں ہٹا سکتا۔
عبداللطیف خالد چیمہ (مرکزی ناظم نشرو اشاعت)

قائد احرار، ابنِ امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء المحسن بخاری مجلس احرار اسلام پاکستان کے امیر منتخب ہونے کے بعد ۱۵ مارچ کو پہلی مرتبہ رحیم یار خان تشریف لائے۔ مجلس کے نو منتخب ناظم اعلیٰ مولانا محمد اسحٰق سلیمی اور مرکزی ناظم نشرواشاعت جناب عبداللطیف خالد چیمہ بھی آپ کے ہمراہ تھے۔

مجلس احرار اسلام ضلع رحیم یار خان کی جانب سے مرکزی قائدین کے اعزاز میں ایک پروقار استقبالیہ تقریب پریس کلب رحیم یار خان کے ہال میں منعقد ہوئی۔ مقامی رہنماؤں جناب صوفی محمد اسحٰق، مولانا فقیر اللہ، حافظ محمد اشرف، مولوی محمد بلال، اور دیگر کارکن۔ مرکزی قائدین کے لئے سراپا استقبال تھے۔ قائدین پریس کلب پہنچے تو کارکنوں نے پرجوش نعروں سے ان کا خیر مقدم کیا۔ معززینِ شہر اور دینی جماعتوں کے کارکن کثیر تعداد میں اس تقریب میں شریک ہوئے۔ قائد احرار سید عطاء المحسن بخاری نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"مجلس احرار اسلام موجودہ اور مروجہ انتخابی سیاست کی آلودگیوں سے پاک ایک دینی جماعت ہے۔ احرار اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ جمہوریت اور الیکشن پاکستان کے موجودہ مسائل کا حل نہیں۔ ہماری تمام مشکلات کا حل صرف اور صرف "حکومت الہیہ" کے قیام اور نفاذ اسلام میں مضمر ہے۔ انہوں نے کہا کہ جو لوگ جمہوریت اور الیکشن میں اسلام ڈھونڈ رہے ہیں انہیں گمراہ کیا گیا ہے اور اسلاف کے نقش قدم سے برگشتہ کیا گیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ کام کرنے کے کئی محاذ ہیں۔ دین کی ساری محنت کی اساس تبلیغ اور جہاد ہے۔ ان میں سے کسی ایک بنیاد کو چھوڑنا ہی گمراہی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کے مطابق انہی

دونوں بنیادوں پر نفاذ اسلام اور اسلامی انقلاب کی عمارت قائم ہے۔ احرار کارکن انہی بنیادوں پر اپنی جدوجہد جاری رکھے ہوئے ہیں۔

انہوں نے کہا کہ جب سے ہماری قومی قیادت نے دین سے رشتہ توڑا اور بد عہدی کی ہے ملک اور قوم غلام بن کر رہ گئے ہیں۔ آئی ایم ایف، ورلڈ بینک اور امریکہ و برطانیہ نے ہمارا سب کچھ تباہ کر دیا ہے۔ ہم ان کے محض نوکر بن کر سانس پورے کر رہے ہیں۔ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں کی گئی پیش گوئی کے مطابق "حُبِ دنیا اور موت کے خوف میں مبتلا ہیں۔ انہوں نے کہا آج لوگ سوال کرتے ہیں کہ تبدیلی کیسے آئے گی۔ اور نظام کس طرح بدلے گا، کون بدلے گا؟

ہمارا ایک ہی جواب ہے۔ تبدیلی اور انقلاب، تبلیغ اور جہاد کے ذریعے ہی ممکن ہے اسلام کے سوا تمام طاغوتی نظاموں کو ختم کرنا ہی دین کا منشا اور تکمیل انقلاب ہے۔ ہم اللہ سے توفیق مانگ کر اس راہ پر نکلیں تو ہم ہی انقلاب برپا کریں گے۔ الیکشن، ووٹ، جلسے جلوس، احتجاج اور ریلیوں کے ذریعے نفاذ اسلام ناممکن ہے۔ آخر میں قائد احرار نے حاضرین کو مجلس احرار اسلام میں شمولیت کی دعوت دی۔ مرکزی ناظم اعلیٰ مولانا محمد اسحٰق سلیمی نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

ہم آپ کی خدمت میں دین کا درد لیکر حاضر ہوئے ہیں۔ دینی جماعتوں کا موجودہ انتشار اور تفریق لادینی نظاموں کی اتباع کا نتیجہ ہے۔ احرار.......... اس ملک میں دینی تعلیم کے ذریعے تربیت، تبلیغ کے ذریعے اصلاح احوال واعمال اور جہاد کے ذریعے انقلاب برپا کرنے کے داعی ہیں۔ میں ان اعلیٰ ترین مقاصد کی تکمیل کے لئے آپ سے تعاون کی درخواست کرتا ہوں۔

مرکزی ناظم نشرو اشاعت جناب عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا:

عصر حاضر میں ذرائع ابلاغ پیغام رسانی کا مؤثر ترین ہتھیار ہیں پاکستان کی لادین قوتیں اسی ہتھیار کو دین کے خلاف استعمال کر رہی ہیں۔ دراصل یہ قوتیں امریکہ کی ایجنٹ ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں ممکن حد تک اپنے وسائل اور صلاحیتیں اس محاذ پر صرف کر دینی چاہئیں۔ ذرائع ابلاغ کا مثبت اور صحیح استعمال کر کے اپنے منشور اور پیغام کو عوام تک پہنچانا چاہیئے۔ مسلمان پر ہر لحاظ سے دین کا دفاع فرض ہے۔ مجلس احرار اسلام، پاکستان میں حکومتِ الٰہیہ کے قیام کے لئے سرگرم عمل ہے اور سرگرم عمل رہے گی۔ ہمیں اس سچی راہ سے کوئی نہیں ہٹا سکتا۔

استقبالیہ تقریب نماز مغرب کے وقت اختتام پذیر ہوئی۔ مقامی احرار رہنماؤں جناب حافظ محمد اشرف، مولوی محمد بلال، صوفی محمد اسحٰق اور مولوی فقیر اللہ نے قائدین اور حاضرین کا شکریہ ادا کیا۔

قاری گوہر علی (گڑھا موڑ)

احرار کارکن، سیکولر طبقات کے خلاف منظم جہاد کریں گے۔ مولانا محمد اسحٰق سلیمی (مرکزی ناظم اعلیٰ)

اسلام کے سوا تمام نظام باطل ہیں۔

جمہوریت عصر حاضر کا سب سے بڑا فتنہ اور دھوکہ ہے۔ حضرت سید عطاء المہیمن بخاری۔

گڑھا موڑ میں استقبالیہ تقریب سے احرار رہنماؤں کا خطاب

مجلس احرار اسلام ضلع وہاڑی کے زیر اہتمام ۲۷ مارچ بروز جمعہ جامع مسجد مدرسۃ العلوم الاسلامیہ گڑھا موڑ میں حضرت مولانا محمد اسحٰق سلیمی مدظلہ کو مجلس احرار اسلام پاکستان کا ناظم اعلیٰ منتخب ہونے پر ایک پروقار استقبالیہ دیا گیا۔ جس میں ضلع وہاڑی کی ۱۵ شاخوں کے کارکن شریک ہوئے۔ نماز جمعہ سے قبل مجلس احرار اسلام پاکستان کے مرکزی رہنما اور مدرسہ ختم نبوت مسجد احرار ربوہ کے منتظم ابن امیر شریعت حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم نے مختصر خطاب فرمایا اور نماز جمعہ کے بعد استقبالیہ تقریب میں جماعت کے کارکنوں اور معززین شہر کی ایک بڑی تعداد نے شرکت کی۔ مرکزی ناظم اعلیٰ حضرت مولانا محمد اسحٰق سلیمی نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

جماعت کے ارکان شوریٰ نے میرے ناتواں کندھوں پر بہت بڑی ذمہ داری ڈال دی ہے۔ میں احباب احرار کا شکر گزار ہوں اور ان سے دعاء کی درخواست کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ مجھے اسلاف احرار کے سامنے شرمندہ نہ کرے اور اس ذمہ داری کو پورا کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ (آمین)

مولانا محمد اسحٰق سلیمی نے فرمایا:

حکومت الٰہیہ کا قیام، اسلام کے تبلیغی و تعلیمی نظام کا استحکام اور لادینیت کے خلاف بھرپور جہاد مجلس احرار اسلام پاکستان کے بنیادی مقاصد ہیں۔ خصوصاً منکرین عقیدۂ ختم نبوت مرزائیوں کا استیصال احرار کا طرۂ امتیاز ہے۔ ہمارے اکابر نے ۱۹۲۹ء میں جس جہاد کا آغاز کیا تھا اس کا پھل آج ہمیں مل رہا ہے۔ الحمدللہ آج ہم فخر سے کہہ سکتے ہیں کہ ہم اسی راستے پر چل رہے ہیں اور ہم نے اسلاف کے فکر سے انحراف نہیں کیا۔

انہوں نے کہا کہ مجلس احرار اسلام ملکی حالات سے چشم پوشی نہیں کر سکتی۔ ملک میں ہونے والی دہشت گردی، قتل و غارت اور بدامنی بین الاقوامی سازش ہے۔ یہ امریکی نیو ورلڈ آرڈر ہے جس کے ذریعے پاکستان کا دینی تشخص ختم کیا جارہا ہے۔ اور دینی قوتوں کو منتشر کر کے، آپس میں لڑا کر اسلام کو بدنام کیا جارہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ مجلس احرار اسلام کے کارکن اسلام کے خلاف ہونے والی ان بین الاقوامی سازشوں کو کامیاب نہیں ہونے دیں گے۔ انہوں نے احرار کارکنوں کو ہدایت کی کہ وہ اپنی ساری صلاحیتیں، تبلیغ اسلام، دفاع وطن، حکومت الٰہیہ کے قیام اور سیکولر طبقات کی سازشوں کو ناکام بنانے پر صرف کر دیں۔

ابن امیر شریعت حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم نے فرمایا:

حکومت الہیہ کا قیام اور نفاذ اسلام اتباع شریعت کے بغیر ممکن نہیں۔ حضور علیہ السلام کے طریقوں کو چھوڑ کر کسی دوسرے طریقہ سے کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی۔ دینی انقلاب.......... تمام باطل نظاموں کے خلاف جہاد سے ہی برپا ہو گا۔ اسلام کے سوا دنیا کے تمام مذاہب تمام ریاستی و سیاسی نظام باطل ہیں اور اسلام کی ضد ہیں۔ جمہوریت عصر حاضر کا سب سے بڑا فتنہ اور دھوکہ ہے۔ انتخابی سیاست غلاظت ہے کہ اس میں جو دینی جماعت ملوث ہوئی وہ تباہی و بربادی اور انتشار و افتراق سے دوچار ہوئی۔ حضرت پیر جی مدظلہ نے فرمایا....... مجلس احرار اسلام تمام طاغوتی نظاموں کے خلاف قلمی و لسانی جہاد کر رہی ہے۔ وقت آنے پر احرار کارکن اپنی جانوں پر بھی کھیل جائیں گے۔

انہوں نے کہا کہ احرار کارکن اپنا تنظیمی عمل مضبوط کریں۔ وفاق المدارس الاحرار کے تحت قائم دینی مدارس کو اپنی اولاد سے آباد کریں۔ تعلیمی و تربیتی ماحول پیدا کریں۔ اور نئی نسل کو فکری و نظریاتی لحاظ سے اسلام کی طاقتور فوج بنا دیں۔

استقبالیہ تقریب سے مجلس احرار اسلام ضلع وہاڑی کے رہنما، علامہ عبدالنعیم نعمانی، صوفی عبدالشکور، ڈاکٹر منظور حسین، مولانا قاری عطاء اللہ بغدادی اور حافظ محمد اکرم نے بھی خطاب کیا۔ ان رہنماؤں نے حضرت مولانا محمد اسحٰق سلیمی کو مرکزی ناظم اعلیٰ منتخب ہونے پر مبارکباد دی اور جماعت کی ترقی و استحکام کے لئے بھرپور تعاون کا یقین دلایا۔

سید محمد کفیل بخاری مدیر ماہنامہ نقیب ختم نبوت کی مصروفیات

ماہنامہ نقیبِ ختم نبوت کے مدیر سید محمد کفیل بخاری نے گزشتہ ماہ مختلف تبلیغی اجتماعات سے خطاب کیا۔

۵/اپریل کو مولانا محمد موسیٰ صاحب کی دعوت پر مدرسہ تعلیم الاسلام بصیرہ ضلع مظفر گڑھ میں ایک بڑے دینی اجتماع سے خطاب کیا۔

۶/اپریل کو مدرسہ عثمانیہ فیض القرآن بھٹہ تین کسی ضلع خانیوال میں تبلیغی اجتماع سے خطاب کیا۔

۱۷/اپریل کو مسجد ختم نبوت دار بنی ہاشم ملتان میں شہادت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے موضوع پر اجتماع جمعہ سے خطاب کیا۔ ۲۶/اپریل کو جنگ فورم جہاد وطنی میں شرکت کی۔

۲۴/اپریل کو مسجد نور ملتان میں اجتماعِ جمعہ سے خطاب کیا۔

ماہ مئی کے پہلے عشرہ میں لاہور، گوجرانوالہ، گجرات، وزیر آباد، سیالکوٹ اور راولپنڈی کا تنظیمی دورہ کریں گے۔ (ناظم نقیب ختم نبوت)

ابومعاویہ رحمانی جوہان
ناظم نشریات مجلس احرار اسلام ضلع رحیم یارخان

قائداحرار ابنِ امیرشریعت حضرت مولانا سید عطاء المحسن بخاری دامت برکاتہم
اور مولانا محمد اسحٰق سلیمی (ناظم اعلیٰ مجلس احرار اسلام پاکستان)
کامدرسہ ومسجد ختمِ نبوت شہزاد کالونی صادق آباد میں اجتماعِ جمعہ سے خطاب

اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے عرش پر نظام حکومت اور پالیسی کا اعلان کیا " **ان رحمتی سبقت غضبی**" یعنی رحمت میرے غضب سے تیز ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفت جبار بھی ہے اور قہار بھی ہے لیکن اللہ تعالیٰ اپنی بادشاہی کو رحمٰن کی صفت سے چلا رہے ہیں اور جہان کو پال رہے ہیں۔ رب کا معنیٰ ہے پالنے والا۔ ماننے والے کو بھی پال رہا ہے اور نہ ماننے والے کو بھی۔ اگر صرف ماننے والے کوروزی دے اور نہ ماننے والوں کو کچھ نہ دے یا کم دے تو یہ رب کی ربوبیت میں کمی ہوگی۔ اور پھر رب رحمٰن ہے اگر رب رحمٰن نہ ہوتا توکافروں کو روزی نہ دیتا۔ لیکن رب رحمٰن ماننے اور نہ ماننے والوں کو برابر روزی بہم پہنچا رہا ہےاور اپنے وصف رحمٰن کا مکمل اظہار فرمارہا ہے۔ کافروں نے اپنے ۴۲ کروڑ خدا بنا رکھے ہیں۔ اگر رب اپنی جباریت کا اظہار فرما دیں تو یہود و نصاریٰ کو کچھ بھی نہ ملےاور کافروں کو اپنے بنائے ہوئے خداؤں کے حوالے کردے۔

ہندوؤں کا ایک خدا بندر بھی ہے۔ جس کو مسلمان لے کر در بدر پھراتا ہےاور نچا کر روزی حاصل کرتا ہے۔ ہندو بھی بندر کو مشکل کشا سمجھتا ہےاور مسلمان کلمہ گو بھی بندر کو لے کر در بدر پھراتا اور نچا کر روزی حاصل کرتا ہے۔ اور بندر کو مشکل کشا جان کر روزی کا ذریعہ بناتا ہے۔ یاد رکھو! مشکل کشا وہ ہے جو نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے بلکہ کھلاتا اور پلاتا ہے۔ مشکل کشا وہ ہے جوسب کی مشکل آسان کرتا ہےاور اس کو کوئی مشکل ہے ہی نہیں۔ مشکل کشاوہ ہے جوسب کی سنے، ہر وقت سنے، ہر زبان میں سنے اور ہر زبان سمجھے۔ جس کو خود مشکل درپیش آئے وہ مشکل کشا نہیں۔

دین میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین معیار حق ہیں دین کا کوئی عمل کرنا ہوتو نبی علیہ السلام کے فرمان کو اور صحابہؓ کرام رضی اللہ عنہم کے عمل پر نظر کرو اگر نبی علیہ السلام کا فرمان بھی نہ ملے اور صحابہؓ کرام کا عمل بھی نہ ملے تو سمجھو کہ یہ دین نہیں ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جمیع صحابہ برحق ہیں آپ جس کا دامن بھی پکڑیں گے وہ آپ کو نبی علیہ السلام کے دروازہ پر پہنچائے گا۔

سیدنا معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام کے بارے میں معاشرہ میں جو گفتگو ہوتی ہےوہ نازیبا ہے۔ کہا

جاتا ہے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت، خلافتِ راشدہ نہ تھی۔ یاد رکھو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے بارے میں خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی تھی۔ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ "معاویہ کا نام خیر سے لیا کرو" اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ "**اولٰئک هم الراشدون**" کہ صحابہ کرام ہی راشد ہیں۔ راشد رُشد سے مشتق ہے۔ اور رُشد اسے کہتے ہیں کہ عقل اور علم دونوں کمال پر ہوں۔ علامہ قرطبی رحمہ اللہ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ جب بھی روئے زمین پر کسی مسلمان نے عادلانہ حکومت قائم کی تو وہ خلافتِ راشدہ ہوگی۔

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے ۶ھ میں صلح حدیبیہ کے موقع پر اسلام قبول کیا اور ۷ھ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حج کے موقع پر حجامت بنائی اور اسلام کا برملا اظہار ۸ھ میں کیا۔ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کفار ومشرکین سے حجامت کراتے تھے؟ نہیں نہیں ہرگز نہیں۔ اگر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے اسلام چھپانے پر اعتراض ہے تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنے والد سے اسلام کیوں چھپایا؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نفل پڑھتے ابوطالب نے دیکھ لیا تو اپنے بیٹے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ تم دونوں یہ کیا کر رہے تھے؟ تو حضرت علی نے کہا کہ ہم اپنے رب کی عبادت کر رہے تھے۔ ابوطالب نے کہا کہ کام تو ٹھیک ہے۔ اس وقت ابھی نماز فرض نہ ہوئی تھی۔

کئی نام نہاد سنی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر صرف اس لئے ناراض ہیں کہ انہوں نے اپنے بیٹے یزید کی خلافت قائم کی تھی اور صحابہ کرام سے فرمایا کہ میرے بیٹے کی بیعت کرو تو پھر کیا صحابہ کرام نے فاسق فاجر کی بیعت کو قبول کیا؟ اگر خدانخواستہ یزید فاسق تھا تو جن صحابہ کرام نے یزید کے ہاتھ پر بیعت کی اور بلا تردد بیعت کی ان صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے بارے میں کیا خیال ہے؟ یزید کے زمانے میں اسلامی فتوحات کا تانتا بندھا رہا یزید کے دورِ خلافت میں ہندوستان کو فتح کیا گیا اور لاہور بھی یزید کے دور حکومت میں فتح ہوا سپہ سالار صحابی کا نام مہلب بن ابی صفرہ تھا۔ میزبانِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا جنازہ کس نے پڑھایا؟ حضرت ابوایوب انصاری کی میت یزید نے قسطنطنیہ کے قلعہ کی دیوار کے ساتھ دفن کی اور اعلان کیا کہ یہ تمہارے قرب میں میزبانِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دفنایا جارہا ہے۔ اگر کل تم نے اس قبر کے ساتھ کوئی حرکت کی تو یاد رکھو! میں یزید بن معاویہ ہوں پھر تمہارا کوئی گرجا گھر باقی نہ رہنے دیا جائے گا اور پھر تمہاری قبروں سے ہڈیاں تک نکال دی جائیں گی۔ پھر کسی عیسائی کو حضرت ابوایوب انصاری کی قبر کی طرف میلی آنکھ دیکھنے کی جرأت نہ ہوئی۔

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ امین تھے تو کاتب وحی بنے اگر خدانخواستہ آپ امین نہ ہوتے تو قرآن کی یہ

امانت آپ کو نہ سونپی جاتی۔ جس شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھ لیا تو وہ گناہ سے محفوظ ہو جاتا ہے غیر صحابی جہاد کرتے کرتے اپنی جان قربان کر دے اور شہید ہو جائے لیکن وہ ادنیٰ صحابی کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتا اس لیے تو قرآن کہتا ہے تم صحابہ جیسا ایمان لاؤ گے تو قابلِ قبول ہوگا۔

قرآن کہتا ہے کہ صحابہ کے ایمان پکے تھے لیکن تاریخ میں صحابہ کے ایمان کے خلاف الزام تراشی ملتی ہے۔ قرآن میں ہے کہ صحابہ کرام ایک دوسرے سے محبت کرنے والے تھے۔ لیکن تاریخ کہتی ہے کہ وہ آپس میں جنگیں کرتے تھے۔ اور نعوذ باللہ منافق تھے اب تاریخ کو سچا مانیں یا قرآن کو؟ مسلمان پر لازم ہے کہ وہ قرآن کو اللہ کی سچی کتاب مان کر اللہ کے فرمان اور اس کے قرآن کو سچا مان کر تاریخ کو جھوٹا کہہ دے صحابہ کرام کے ایمان اتنے پختہ تھے کہ خود اللہ تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام کے ذریعہ صحابہ کرام پر سلام بھیجے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ حضرت حسنؓ کے بارے میں فرمایا کہ "ھذا ابنی" یہ میرا بیٹا ہے۔ اور یہ دو مسلمان گروہوں میں صلح کرائے گا وہ دو گروہ کون ہوں گے جن کے درمیان حضرت حسن صلح کرائیں گے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو فرماتے ہیں کہ یہ دونوں گروہ مسلمان ہوں گے لیکن آج کا تاریخ دان اور تاریخ کہتی ہے کہ نہیں ان میں ایک گروہ منافق تھا اور یہ حق و باطل کی جنگ تھی اب بات نبی کی مانیں یا تاریخ کی؟

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں اللہ سے دعا مانگ رہے ہیں کہ اے اللہ اس معاویہ کو ہدایت عطا فرما، دنیا کی سلطنت عطا فرما، دوزخ کی آگ سے بچا۔ اب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعا کے بارے میں کیا خیال ہے؟

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے چالیس برس حکومت کی ۶۵ لاکھ مربع میل حکومت کی لیکن تاریخ یہ ثابت نہیں کر سکی کہ کسی ایک آدمی پر آپ نے ظلم کیا ہو۔

بیت المقدس کی فتح کے وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو بلا کر صلح نامہ کی تحریر لکھوائی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تین گورنروں کو معطل کر کے حضرت معاویہ کو گورنر مقرر کیا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے معاویہ کو وزیرِ دفاع بنایا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضرت معاویہ کی حکومت کو معمولی نہ جاننا اور گورنر بنایا۔ حضرت رضی اللہ عنہ اپنے دور خلافت میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو چار لاکھ درہم سالانہ ہدیہ دیتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت حسین نے اس رقم سے زائد کا مطالبہ کرا بھیجا تو حضرت معاویہ نے زائد رقم بھیج کر پیغام بھیجا کہ "لا اسراف فی لاسلام" یعنی اسلام میں اسراف نہیں ہے۔ تو حضرت حسین نے واپسی پیغام بھجوایا کہ "لا اسراف فی الخیر" یعنی اچھے کاموں میں اسراف نہیں ہوتا۔ کیونکہ حضرت حسین یہ رقم بیواؤں اور یتیموں میں تقسیم کرتے تھے۔ پچپن ہزار صحابہ کرام نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ حضرت حسن رضی

اللہ عنہ نے اپنی حکومت اور ملک حضرت معاویہ کو دے دیا۔ سب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تو حضرت معاویہ پر راضی تھے لیکن پاکستان کے رافضی، تبرائی آپ پر ناخوش تھے۔

حضرت معاویہ نے چالیس سال حکومت کی اور اپنی حکومت میں منافقین اور کافروں کو ختم کیا، یہود و نصاریٰ اور عیسائیوں کی حکومتیں ختم کیں ایران کو حضرت معاویہ نے فتح کیا تھا اسی لیے تو ایرانیوں نے طعن و تشنیع، سبّ و شتم اور تبریٰ بازی کے لئے صرف حضرت معاویہ کے گھر کو نشانہ بنایا ہے۔

۲۲ رجب کو "کونڈے" کرنے والو! کیا کبھی تم نے یہ بھی سوچا کہ یہ رسم کب اور کہاں سے شروع ہوئی؟ سادہ لوح مسلمانوں کو دھوکا دے کر کہا جاتا ہے کہ یہ نیاز امام جعفر صادق ہے۔ حالانکہ اس تاریخ کو نہ امام جعفر صادق کا یومِ پیدائش ہے نہ یومِ وفات ہے یہ تو صرف اور صرف حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا یومِ وفات ہے اور یہ رسمِ بد ۱۹۰۶ء میں شروع ہوئی۔

مجلس احرار اسلام کا قیام ۱۹۲۹ء میں عمل میں آیا اور اس جماعت نے ہمیشہ دین کا کام کیا اس جماعت اور سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے ہمیشہ انگریز کے خلاف کام کیا اور اسلام کا دفاع کیا جب انگریز نے اپنی جڑیں اکھڑتی دیکھیں تو اس نے قادیانی فتنہ کھڑا کر دیا اور مرزا غلام احمد قادیانی کو ابلیس کا نمائندہ بنا کر نبوت کاذبہ کا دعویٰ کرایا تب جماعت اور حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ مرزائیت کے خلاف اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختمِ نبوت کے تحفظ کے لئے کمر بستہ ہوگئے۔

تحریکیں چلیں اور مجلس احرار اسلام کے جھنڈے کے نیچے کئی ہزار مسلمان شہید ہوئے۔ تقسیمِ ملک کے بعد پاکستان کا پہلا وزیر خارجہ سر ظفر اللہ مرزائی کو بنا دیا گیا تو مجلسِ احرار اسلام نے اس وزارت کے خلاف نعرہ بلند کیا۔ ختمِ نبوت کے ڈاکوؤں کے خلاف عوام کو جمع کیا، ۱۹۵۳ء میں تحریک چل اٹھی جس میں لاہور شہر میں گولی چلائی گئی اور ہزاروں مسلمان شہید ہوئے اپنی جانیں کملی والے صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر قربان کر دیں۔

مجلسِ احرار اسلام تقسیم کے خلاف نہیں تھی۔ بلکہ طریقۂ تقسیم کے خلاف تھی مجلس احرار اسلام کے اکابر چاہتے تھے کہ جو ٹکڑا بھی مسلمانوں کو دیا جائے وہ ایک ہی ٹکڑا ہو۔ یہ مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان دو علیحدہ علیحدہ حصے نہ ہوں۔ اس وقت حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے برملا کہا تھا کہ اگر کبھی خدانخواستہ ہندوستان سے تعلقات ٹھیک نہ رہیں تو پھر مشرقی اور مغربی پاکستان کا رابطہ کٹ جائے گا۔ اس وقت حکمرانوں نے مجلس احرار اسلام کے اکابر کی بات نہ مانی بلکہ الٹا اکابر احرار کو پاکستان کا مخالف کہہ دیا اور کہا کہ یہ جماعت ہندوستان کے ساتھ اکٹھا رہنا چاہتی ہے اب وہی باتیں اکابر احرار کی بالکل ٹھیک ثابت ہوئیں۔

مجلس احرار اسلام روزِ اول سے اس ملک میں دین کے نفاذ کے لئے کوشاں ہے اور آج تک اسی تگ و دو میں لگی ہوئی ہے ہماری جنگ اقتدار کی نہیں بلکہ نفاذِ اسلام اور قیامِ حکومتِ الٰہیہ کی ہے۔ مجلس احرار اسلام کا سب سے پہلا مطالبہ ہے کہ اللہ کی زمین پر اللہ ہی کا قانون نافذ العمل ہونا چاہیے۔

اگر آج پاکستان کے تمام مسلمان متحد ہو کر مجلس احرار اسلام کے اس نعرہ کا مطالبہ کر دیں تو ایک ہفتہ کے اندر ملک میں نفاذ اسلام کا اعلان ہو سکتا ہے۔

ہر قوم کے پاس زندگی گزارنے کے لئے کوئی نہ کوئی قانون ہوتا ہے مسلمان کو زندگی گزارنے کے لئے اللہ نے قرآن کی شکل میں قانون دیا یہ احکام صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی تک نہ تھے بلکہ قیامت تک یہی قانون رہے گا جب تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت رہے گی تب تک یہ قانون نافذ العمل رہے گا۔ اب اس کتاب قرآن مجید میں جو کچھ ہے اس میں کسی قسم کی کوئی کمی بیشی کوئی انسان نہیں کر سکتا۔ اس قانون میں ہمیشگی ہے۔ اللہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا اگر اس میں کوئی تبدیلی کرنی تھی تو اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں ہی تبدیلی کر دی اور دین کو مکمل کرنے کا اعلان کر دیا اب یہ دین اور قانون کامل اور اکمل ہے اب اس میں کسی قسم کی کمی بیشی جائز نہیں۔

اگر اس قرآن والے قانون کو کافر بھی اپنا لیں تو یہ قانون اس کو بھی نفع دے گا۔ لیکن یہ نفع صرف دنیا تک محدود ہو گا۔ آخرت میں کچھ فائدہ نہ ہو گا۔

انگریز نے جاتے جاتے مسلمانوں کے خلاف مرزا قادیانی کو ختمِ نبوت پر ڈاکہ ڈالنے کے لئے کھڑا کر دیا جہاں اور علماء نے اس کا مقابلہ کیا وہاں مجلس احرار اسلام کے اکابر نے بھی اسے للکارا اور سیرت مہدی میں سے اس کی تحریر کو چیلنج کیا لیکن مرزا کبھی بھی اکابر احرار کے سامنے پیش نہ ہوا۔

ختم نبوت کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے خود آپ پڑھایا آپ کسی انسان سے نہ پڑھے اور مرزا قادیانی سکول میں پڑھا ہے باقی جتنے انبیا اکرام علیہ السلام بھی تشریف لائے تو کسی نے کوئی کتاب نہیں لکھی اور مرزا قادیانی نے خود کتابیں لکھی ہیں اس لیے اس کے نبی نہ ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہی ہے اگر کلمہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پڑھا ہے تو پھر اطاعت بھی انہی کی کرنا ہو گی اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں کہ اب میں نے دین مکمل کر دیا ہے اب نئے نبی کے آنے کی کیا ضرورت ہے جب کسی انسان نے کلمہ پڑھ لیا تو اب وہ دائرہ اسلام میں داخل ہو گیا جب اسلام میں داخل ہو گیا تو اب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ یعنی اسلام اور قرآن اب تمہیں جو کچھ کہے اسے بلا چون و چرا مانتے جاؤ اسلام میں تو اطاعت ہی اطاعت ہے۔

قرآن مجید نے اب قانون بنا دیا کہ عورت پردہ کرے اب عورت پر پردہ کرنا فرض ہے اللہ تعالیٰ نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو فرمارہے ہیں کہ اب اگر تمھارے پاس کوئی صحابی دین کا مسئلہ دریافت کرنے آئے تو اب تم پردہ کے پیچھے اس سے کلام کرو اور مسئلہ بیان کرو اب پردہ کا حکم نازل ہونے کے بعد اس میں تبدیلی کرنے کی کسی کو ذرہ بھر بھی اجازت نہیں اب یہ تبدیلی کفر ہے اللہ کا ہر حکم قیامت تک قائم رہے گا اللہ کے قانون میں خود اللہ ہی تبدیلی کریں تو کریں اور اللہ تعالیٰ بھی وہ تبدیلی نبی کے ذریعے کرتے ہیں لیکن اب تو نیا نبی قیامت تک نہ آئے گا اس لیے اب تبدیلی کیسی ؟ کسی صحابیہ کا جنگ میں فوجیوں کو پانی پلانا پردہ کے حکم آنے کے بعد ثابت نہیں جو کہتا ہے غلط ہے امن اور عام حالات و ہنگامی حالات کے احکامات میں فرق ہے صحابیات نے توجہ کے موقع پر بھی پردہ کیا ہے جنگ احد میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ۳ھ میں فوجیوں کو پانی پلایا لیکن اس وقت پردہ کا حکم نازل نہیں ہوا تھا اسلام میں تو اطاعت ہی اطاعت ہے اسلام میں آزادی نہیں اگر آزادی آئی تو کفر آجائے گا آزادی تو جمہوریت میں ہے اور جمہوریت اور اسلام متضاد چیزیں ہیں ہم مسلمان ہیں اور مسلمان کے لیے اللہ کا دیا ہوا قانون قرآن ہے اور جمہوریت ایک انسان کا بنایا ہوا قانون ہے اور وہ بھی یہودی کا بنایا ہوا۔ ہم مسلمان اللہ کے دیے ہوئے قانون کو چھوڑ کر یہودی کے قانون کو کیوں اپنائیں یاد رکھو یہودی اور باقی کفار کبھی مسلمان کے خیر خواہ نہیں ہو سکتے۔

نمائندہ نقیب (صادق آباد)

حکمران، نفاذ اسلام کا وعدہ پورا کریں (حافظ محمد اسمٰعیل)

مجلس احرار اسلام ٹوبہ ٹیک سنگھ کے صدر اور مرکزی مجلس شوریٰ کے رکن جناب حافظ محمد اسمٰعیل صاحب ۲۷، مارچ ۱۹۹۸ء کو صادق آباد تشریف لائے۔ صادق آباد سے مرکزی مجلس شوریٰ کے رکن اور سینئر احرار کارکن جناب چودھری گلزار احمد صاحب ایک طویل عرصہ سے علیل ہیں۔ حافظ صاحب عیادت کے لئے ان کے گھر گئے۔ چودھری گلزار احمد صاحب کی دعوت پر جامع مسجد میاں دی بستی میں خطبۂ جمعہ دیا۔

آپ نے حالات حاضرہ پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ حکومت اپنے بلند و بانگ دعووں کے باوجود دہشت گردی پر قابو نہیں پاسکی اور نہ ہی نفاذ اسلام کے وعدہ کو پورا کیا ہے۔ مہنگائی، بدامنی، اور قتل وغارت گری نے ملک کے شہریوں میں عدم تحفظ کا احساس پیدا کر دیا ہے۔ معیشت تباہ ہو چکی ہے۔ ذرائع ابلاغ سے بے حیائی کو فروغ دیا جارہا ہے انہوں نے کہا کہ حکمران ان مسائل کو حل کریں ورنہ ان کا حشر بھی سابقہ حکمرانوں جیسا ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ مجلس احرار اسلام لادینیت کے خلاف پوری طاقت سے جنگ کرے گی۔ اور پاکستان کو سیکولر سٹیٹ بنانے کے منصوبے کو ناکام کر دے گی۔

قارئین کے خطوط

عزیز گرامی، السلام علیکم! امید ہے آپ اور جملہ بزرگ و عزیز بعافیت ہونگے۔

نقیب کی خاص اشاعت کے مطالعے سے جناب ابوذر بخاری علیہ الرحمہ کے بارے میں میری معلومات میں گراں قدر اضافہ ہوا۔ ان کی شخصیت کے بہت سے پہلو میرے لئے نئے تھے۔ حق مغفرت کرے۔ اس مصلحت پرستی اور مفاد جوئی کے دور میں ایسی بے لاگ اور حق گو ہستیوں کا تذکرہ بہت ضروری ہے تاکہ پتہ چلتا رہے کہ کیسی کیسی چنگاریاں اس خاکستر میں رہی ہیں۔

پچھلے شمارے میں عمر فاروق صاحب نے انگریزوں کے وفاداروں کے تذکرے میں واہ کے نواب محمد حیات کا تذکرہ کیا ہے انہوں نے "ایل ایچ گریفن" کی معروف کتاب (رؤسائے پنجاب) کے حوالے سے درست لکھا ہے کہ نواب صاحب جنرل نکلسن کے ساتھ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے موقع پر دہلی کے محاصرے اور انگریز کے ہاتھوں تسخیر میں شریک تھے۔ یہ بات گریفن نے ضرور لکھی ہے کہ وہ نکلسن کے ساتھ آخری مرحلے تک رہے۔ لیکن اس معرکہ کا ایک اور دلچسپ پہلو ایک عینی شاہد کے قلم سے سامنے آیا ہے۔

فیلڈ مارشل رابرٹ جسے قندھار کا فاتح ہونے کی وجہ سے رابرٹ آف قندھار کہا جاتا ہے اور جو بعد میں ہندوستان میں برطانوی افواج کا کمانڈر ان چیف رہا۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے وقت ایک جونئیر افسر تھا۔ وہ اپنی کتاب My forty Years in India میں لکھتا ہے کہ اپنے فرائض کی بجا آوری میں میں دہلی کے کشمیری دروازے سے نکلا تو میں نے سڑک کے کنارے ایک ڈولی پڑی دیکھی۔ قریب جا کر دیکھا تو اس میں زخمی بریگیڈئیر جنرل نکلسن پڑے تھے میرے استفسار پر انہوں نے بتایا کہ ان کے ساتھی اور ڈولی اٹھانے والے مجھے یہاں چھوڑ کر لوٹ مار کے لئے بھاگ گئے ہیں۔ رابرٹ کا کہنا ہے کہ اس نے کچھ کہار جمع کئے اور ایک انگریز سارجنٹ کی سرکردگی میں نکلسن کو ہسپتال پہنچایا۔ جہاں چند دنوں بعد وہ ان زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے جاں بحق ہو گیا۔ اس سے پتہ چلا کہ یہ وفادار اتنے بھی وفادار نہ تھے۔ آخر دنیوی لالچ ہی اس وفاداری کی بنیاد تھی چنانچہ جہاں موقع ملا وہ اپنے آقا کو سڑک کے کنارے پھینک کر لوٹ مار میں لگ گئے۔ وہی بات ہوئی

عقل کہتی ہے کہ وہ بے مہر کس کا آشنا

اس مکتوب کے ساتھ گوجرانوالہ کی انجمن تائید اسلام کے ۱۹۲۴ء کے شائع کردہ ایک پمفلٹ کے سرورق کی فوٹو کاپی ہے۔ اس میں علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے چند اشعار ہیں جو امان اللہ خان والئ افغانستان کے بارے میں ہیں آپ کی دلچسپی کی چیز ہے۔ امید ہے کہ آپ لوگ کوئی ریکارڈ رکھ رہے ہوں

گے۔ اس میں اضافہ کر لیجئے گا۔ آپ سے ایک بار ذکر ہوا تھا کہ حضرت بخاری علیہ الرحمۃ کے وصال کے بعد امروز نے جو اس دور کا موقر ترین اخبار تھا، ایک خاص نمبر شائع کیا تھا اور برادر محترم حافظ و کیل شاہ صاحب کے حکم پر مجھے بھی ایک مضمون سپرد قلم کرنے کی سعادت ملی تھی جو ......

"خاموش ہو گیا ہے چمن بولتا ہوا"

کے عنوان سے اس نمبر میں چھپا تھا۔ پچھلے دنوں اس کج مج نگاری کا اصل مسودہ ہاتھ آ گیا۔ یہ بھی محض حصول سعادت کے لئے "سوت کی اٹی" کے طور پر آپ کو ارسال کر رہا ہوں۔

تمام شاہ صاحبان اور اہل خانہ کی خدمت میں میرا نیازمندانہ سلام دیجئے۔ دعا کی درخواست

مخلص

لطیف الفت اسلام آباد

بخدمت عزیز جناب سید ذوالکفل بخاری زادکم اللہ لطفا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

موقر ماھنامہ "نقیب ختم نبوت" ملتان بابت ماہ ذوالحجہ ۱۴۱۸ھ نظر نواز ہوا۔ حسب روایت تمام مضامین و مقالات جاندار وشاندار تھے۔ ابن امیر شریعت (اور اب جانشین امیر شریعت) حضرت مولانا سید عطاء المحسن بخاری دامت برکاتہم کے امیر مرکزیہ مجلس احرارِ اسلام منتخب ہونے پر دلی مسرت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ انہیں اسلاف کی اس امانت کو سنبھالنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ احقر کی طرف سے مبارکباد قبول ہو۔

صفحہ ۶۲ پر "ترحیم" کے تحت "مسافرانِ عدم" کا عنوان قابلِ غور ہے اس لئے کہ اسلامی عقیدے کے مطابق "موت" "عدم محض" کا نام نہیں بلکہ ایک عالم سے دوسرے عالم میں منتقل ہونے کا نام ہے۔ اسی لئے "انتقال" اور "ارتحال" کے لفظ استعمال ہوتے ہیں جبکہ "عدم" کا معنٰی "نیستی" "معدومیت" اور "فنائے محض" ہے البتہ اس ناسوتی وجود سے پہلے کی حالت پر "عدم" کا اطلاق درست ہے۔

عدم میں رہتے تو شاد رہتے اسے بھی فکر ستم نہ ہوتا
جو ہم نہ ہوتے تو دل نہ ہوتا جو دل نہ ہوتا تو غم نہ ہوتا

میری ناقص رائے میں "مسافرانِ آخرت" یا "کاروانِ آخرت" "مسافران عدم" کی نسبت زیادہ موزوں ہیں۔

مدیر محترم جناب سید محمد کفیل بخاری کی خدمت میں سلام و نیاز و درخواست دعا۔

والسلام: فقیر، محتاج دعا محمد ازہر عفا اللہ عنہ

مدیر ماہنامہ "الخیر" خیر المدارس ملتان

ادارہ

مسافران آخرت

حضرت استاذ حافظ احمد دین صاحب رحمہ اللہ:

خانقاہ سراجیہ کندیاں کا ایک روشن چراغ، ۱۳، اپریل ۱۹۹۸ء کو بجھ گیا۔ حضرت حافظ احمد دین صاحب رحمہ اللہ سلسلۂ نقشبندیہ کے بزرگ تھے۔ حضرت مولانا احمد خان صاحب قدس اللہ سرہ العزیز سے بیعت تھے۔ پھر ان کے جانشین حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تجدید بیعت کی اور ان کے انتقال کے بعد حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتھم سے تجدید بیعت کی۔ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب مدظلہ نے خلافت عطاء فرمائی، حضرت حافظ صاحب تقویٰ و اخلاص کے پیکر اور محبت و شفقت کا عملی نمونہ تھے۔ بڑی عمر پائی۔ ایک طویل عرصہ سے "دادڑہ بالا" نزد برڑپہ ضلع ساہی وال میں مقیم تھے۔ اور علم و تقویٰ کا چشمۂ فیض جاری رکھے ہوئے تھے۔ ۱۳ اپریل کو یہیں انتقال فرمایا۔ نماز جنازہ کے بعد آپ کی وصیت کے مطابق جسد خاکی خانقاہ سراجیہ کندیاں لے جایا گیا اور دوسری نماز جنازہ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتھم نے پڑھائی خانقاہ کے قدیمی قبرستان میں اپنے مرشد کے پہلو میں سپرد خاک ہوئے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور اعلیٰ علیین میں جگہ عطاء فرمائے۔ (آمین)

وہ اپنے حلقۂ ارادت میں حضرت استاد احمد دین کے نام سے معروف تھے۔ ان کی زندگی مسنون اعمال سے مزین تھی۔ ہزاروں مسلمانوں نے ان کے وجود سے نفع اٹھایا اور راہ ہدایت پائی۔ الھم اغفرلہ وارحمہ و عافہ و عف عنہ

مولانا عبدالستار صاحب رحمہ اللہ:

دینی حلقوں میں معروف شجاع آباد کے ممتاز عالم دین مولانا عبدالستار صاحب گزشتہ ماہ انتقال فرماگئے۔ مرحوم نہایت محنتی انسان تھے۔ تمام عمر مزدوری کر کے رزق حلال کمایا اور یہی ان کا تقویٰ تھا۔ بھارت سے شائع ہونے والے دینی رسائل و جرائد منگوا کر پاکستانی قارئین کو پہنچاتے۔ خصوصاً ماہنامہ "دارالعلوم" دیوبند کے پاکستان میں تقسیم کار تھے۔ اس طرح بھارت میں شائع ہونے والی دینی کتب بھی منگوا کر فروخت کرتے اور اپنی روزی کماتے۔ انتہائی سادہ، خاموش طبع اور خلیق انسان تھے۔ حق تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور حسنات قبول فرما کر درجات بلند فرمائے (آمین)

حضرت مولانا اللہ یار کی رحلت:

دارالعلوم ختم نبوت چیچہ وطنی کے مدرس محترم قاری محمد قاسم صاحب کے والد ماجد حضرت مولانا اللہ یار صاحب ۱۰ ذوالحجہ کو جلہ ارائیں (ضلع ملتان) میں طویل علالت کے بعد انتقال کر گئے مرحوم جامعہ خیرالمدارس ملتان کے سابق مدرس تھے۔ تمام عمر دین کی خدمت کی۔ انتہائی خلیق، ملنسار اور متقی انسان

تھے۔ حق تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور درجات بلند فرمائے۔ پسماندگان کو صبر جمیل عطاء فرمائے۔ (آمین)

حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمہ اللہ کی اہلیہ کا انتقال:

جامعہ خیر المدارس ملتان کے بانی استاذ العلماء حضرت مولانا خیر محمد جالندھری قدس اللہ سرہ العزیز کی اہلیہ محترمہ ۱۰، ذوالحجہ کو رحلت فرما گئیں۔ مرحومہ، قاری محمد حنیف جالندھری (مہتمم جامعہ خیر المدارس)، جناب قمر الحق قمر (روزنامہ خبریں ملتان) اور مولانا نجم الحق کی دادی اور جناب عبداللطیف اختر (نوائے وقت ملتان) کی والدہ ماجدہ تھیں۔ مرحومہ انتہائی عابدہ زاہدہ خاتون تھیں۔ بیوگی کے ستائیس برس انہوں نے جس صبر و استقامت اور عبادت کے ساتھ گزارے وہ اپنی مثال آپ ہیں۔ ۱۰، ذوالحجہ کی شب دل کا دورہ پڑا ہسپتال لے جایا گیا تو دوسرا دورہ پڑا وہ جانبر نہ ہو سکیں اور خالق حقیقی سے جاملیں۔ ۱۱ ذوالحجہ کو بعد نماز عصر خیر المدارس میں حضرت مفتی عبدالستار صاحب مدظلہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ جنازہ میں شہر کی تمام اہم شخصیات مختلف طبقات کے نمائندہ افراد اور مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد نے شرکت کی۔

مجلس احرار اسلام کے مرکزی رہنماؤں ابن امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء المحسن بخاری مدظلہ، مولانا محمد اسحٰق سلیمی، جناب عبداللطیف خالد چیمہ، جناب سید کفیل بخاری اور اراکین ادارہ نقیب ختم نبوت نے مرحومہ کے تمام پسماندگان سے اظہار ہمدردی کیا ہے۔ اور مرحومہ کے لئے دعاء مغفرت کی ہے۔

اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرمائے، حسنات قبول فرما کر اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے۔ تمام پسماندگان کو صبر جمیل عطاء فرمائے۔ (آمین)

محترم ماسٹر محمد رمضان صاحب مرحوم: نقیب ختم نبوت کے معاون خاص اور ہمارے انتہائی کرم فرما محترم ماسٹر محمد رمضان چغتائی ۱۰، اپریل کو ملتان میں انتقال کر گئے۔

حافظ محمد اسمٰعیل صاحب کو صدمہ:

مجلس احرار اسلام ٹوبہ ٹیک سنگھ کے صدر حافظ محمد اسمٰعیل صاحب کے خالو جناب ماسٹر علی شیر صاحب ۲۵ مارچ کو صادق آباد میں انتقال کر گئے۔

والدہ مرحومہ شیخ یامین الٰہی:

ملتان سے ہمارے معاون اور کرم فرما محترم شیخ یامین الٰہی کی والدہ ماجدہ عید الاضحیٰ سے دو روز قبل انتقال کر گئیں وہ طویل عرصہ سے علیل تھیں۔ مرحومہ پابند صوم و صلوٰۃ عابدہ خاتون تھیں اور تلاوت قرآن کریم کا خاص اہتمام فرماتی تھیں۔

سید محمد اصغر شاہ مشہدی رحمتہ اللہ:

سرگودھا سے ہمارے قدیمی مہربان و مخلص محترم سید محمد اصغر شاہ صاحب مشہدی ۱۳، اپریل کو انتقال فرما گئے۔ مرحوم، خاندان امیر شریعت سے بے پناہ محبت رکھتے تھے۔ خصوصاً ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری مدظلہ سے ان کا تعلق بے پناہ محبت و شفقت اور اخلاص پر مبنی تھا اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ (آمین)

جناب محمود اختر مرحوم (سلیمی دواخانہ ملتان)

سلیمی دواخانہ ملتان کے بانی محترم سلیم اللہ خان مرحوم کے بیٹے اور ممتاز معالج حضرت حافظ حکیم محمد حنیف اللہ مدظلہ کے بھتیجے جناب محمود اختر ۲۰ اپریل کو طویل علالت کے بعد ملتان میں انتقال کر گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم کا تعلق ملک کے معروف طبیب خاندان سے تھا۔ حکیم اجمل خان مرحوم کے شاگرد رشید حضرت حکیم عطاء اللہ خان مرحوم پاکستان کے مایہ ناز طبیب تھے۔ وہ تقسیم ہند سے قبل ہی مشرقی پنجاب سے ملتان آ گئے تھے۔ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمتہ اللہ سے بہت عقیدت و محبت تھی۔ ان کے ایک بیٹے حضرت حافظ حکیم محمد حنیف اللہ ہیں۔ دوسرے بیٹے جناب سلیم اللہ خان مرحوم تھے جو سلیمی دواخانہ کے بانی تھے۔ بھائی محمود اختر، جناب سلیم اللہ خان مرحوم کے فرزند تھے۔ بہت ہی محبت کرنے والے، پابند صوم وصلوٰۃ اور ہنس مکھ انسان تھے۔ مطالعے کا اچھا ذوق رکھتے تھے۔ ۲۱ اپریل کو ابن امیر شریعت حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان میں ان کی بیوہ، بیٹیوں دو بیٹوں، چچا، اور بھائیوں کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ (ادارہ)

منیب احمد خان سدوزئی مرحوم:

ڈیرہ اسماعیل خان سے ہمارے معاون اور نقیب ختم نبوت کے مستقل قاری محترم منیب احمد خان سدوزئی بن عبدالغفار صاحب سدوزئی ۲۰، مارچ ۱۹۹۸ء کو بجلی کا جھٹکا لگنے سے انتقال کر گئے۔ ان کی عمر ۱۸ سال تھی۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر عطا فرمائے۔ (آمین)

جناب مرزا غلام قادر کو صدمہ:

مجلس احرار اسلام راولپنڈی کے نائب صدر جناب مرزا غلام قادر کے دو بھائی یکے بعد دیگرے انتقال کر گئے۔ ۲/ اپریل کو سب سے بڑے بھائی جناب مرزا غلام محی الدین ۷۰ سال کی عمر میں رحلت کر گئے جبکہ ۲۲/ اپریل کو دوسرے بھائی جناب مرزا غلام حسین صاحب (ڈپٹی) ۵۵ سال کی عمر میں انتقال کر گئے۔

قارئین سے درخواست ہے کہ تمام مسافران آخرت کی مغفرت کے لئے دعاء فرمائیں اور ایصالِ ثواب کا اہتمام فرمائیں۔ اراکینِ ادارہ تمام مرحومین کی مغفرت کے لئے دعاء کرتے ہیں اور پسماندگان سے اظہارِ ہمدردی کرتے ہیں۔

پروفیسر عابد صدیق (بہاولپور)

غزل

جو بڑے ہیں وہ تھکے ہارے ہیں رستوں میں پڑے
اور غضب یہ ہے کہ چھوٹے ہوئے جاتے ہیں بڑے

حرمتِ راہ و رفاقت کا رہا پاس ہمیں
جو جہاں چھوڑ گیا، ہم ہیں وہیں آج کھڑے

لوگ کرتے تھے گھٹاؤں میں چمک کی باتیں
چاند لالا کے ہمیں نے ترے جُوڑے میں جڑے

عمر بھر ایک محبت پہ نہ آنچ آنے دی
ہم نے تقدیر سے کی جنگ، زمانے سے لڑے

اب تو لاشوں کو نہ قبریں، نہ کفن ملتا ہے
یہ تو جنت ہے جہاں ہیں ترے مقتول گڑے

بخششِ عام کی امید میں اے ربِّ کریم
فردِ عصیاں لئے ہاتھوں میں ہیں سب لوگ کھڑے

بھولتے ہی نہیں دکھ درد کے ساتھی عابد
محو خوشیاں ہوں مگر یاد رہیں وقت کڑے

غزل

ورھیاں پچھوں لے کے مڑیا راہی ماروتھل دا
منہ سر مٹی، وار وروِلے، تحفہ دیس پنل دا

توں جے اج پچھان نہ سکیوں، گل سمجھ وچ اوندی
شکل دھوا تکھی جاندی اے اندر بھانبھڑ بلدا

کھو گئے اپنے آپ نوں لبھدے، سادھو، سنت، سیانے
کتھوں آئے، کدھر ٹر گئے، پتا نئیں کجھ چلدا

دھنہ اونہاں دا مرنا جیہڑے مر کے وی نئیں مردے
جوگی چلا گیا پر اج وی مَٹھ وچ دیوا بلدا

جینھوں ویکھو اٹھ تے بیٹھا ڈھولے ماہیے گاوے
عشق دا بوٹا روہی دے وچ ڈھاڈا پھلدا پھلدا

پگاں لیرولیر ہویاں تے پیریں پے گئے چھالے
عشق دے پینڈے دی ماراں نوں جھلے جے کوئی جھلدا

گالی عمر اڈیکاں دے وچ، چھڈ اوہدا ہن کھیڑا
توں لا بیٹھوں لمیاں آساں پتا نئیں اک پل دا

مار مقدر دی کھا کے وی عابد مت نہ آئی
بھانویں کجھ وی کر لے آیا ویلا نئیں او ٹلدا

پروفیسر عابد صدیق (بہاولپور)

رنگِ سخن

پروفیسر محمد اکرام تائب (عارف والا)

علم کے ساحر کا اب جادو ٹوٹ گیا
ہر سو گھپ اندھیرا سونی بستی ہے

ہاکی اور بلے نے سب کچھ لوٹ لیا
ہم معمار قوم ہیں فاقہ مستی ہے

بال پریشاں، آنکھیں پرنم، دل ویراں
ساری دنیا حال پہ اپنے ہنستی ہے

کل تک شاہوں کے سر آگے جھکتے تھے
آج میری تقدیر میں کتنی پستی ہے

مہنگائی نے جینا دوبھر کر ڈالا
فکرِ نانِ شب کی ناگن ڈستی ہے

صدیوں کا اس دل میں بغض و کینہ ہے
پل دو پل کی گرچہ اپنی ہستی ہے

دن کو چین نہ رات کو نیند ہے آنکھوں میں
یارب تیری دنیا کیسی بستی ہے

اور تو ہر اک شے سونے کے بھاؤ ہے
بس اک خون کی بوند تائب سستی ہے

◎

سید کاشف گیلانی

جوابِ آں غزل

اب ہم یہ سوچنے پہ ہیں مجبور ہو گئے
کچھ ذہن تعصب سے ہیں بے نور ہو گئے

پگڑی اچھالتے ہیں اساطینِ علم کی
یہ سِحر سے ابلیس کی مسحور ہو گئے

ان کو خبر نہیں پسِ آزادیٔ وطن
جو کچھ نہ کر سکے تھے وہ مشہور ہو گئے

ٹکرا گئے جو لوگ فرنگی سے بے خطر
وہ لوگ ارضِ پاک میں مقہور ہو گئے

ہم کو یہ ملک جان سے بڑھ کر عزیز ہے
پھر تھوکنا جو وقت پہ ہم دور ہو گئے

ہم نے کیا نہ مشرقی بنگال کو الگ
کیا جرم ہو گیا ہے جو مغرور ہو گئے

پوچھے کوئی فرعون سے موجوں میں نیل کی
نشے سب اختیار کے کافور ہو گئے

کاشف خدا پہ چھوڑ دو ان کا معاملہ
دنیا سے جتنے لوگ بھی مستور ہو گئے

بلوچستان میں مرزائی سادہ مسلمانوں کو گمراہ کر رہے ہیں
تبلیغی جماعت کے ایک کارکن کا فکر انگیز خط

ہمارے ایک محترم قاری نے تبلیغی جماعت کے ایک رکن کا خط اشاعت کے لئے ارسال فرمایا جو انہوں نے جماعت کے احباب مشورہ کے نام لکھا ہے۔ انہوں نے اپنے علاقہ میں مرزائیوں کی ارتدادی سرگرمیوں پر فکر مندی کا اظہار کیا ہے اور تبلیغ دین کی ضرورت پر زور دیا ہے۔ اس میں حالات کی آگاہی بھی ہے اور دین اسلام کی تبلیغ واشاعت میں حائل مشکلات ومصائب کا ذکر بھی۔ یہ ایک دردمند مسلمان کی طرف سے دعوت عمل ہے۔ آپ بھی پڑھیے۔ (مدیر)

محترم احباب شوریٰ السلام علیکم ورحمتہ اللہ

ہماری ساری جماعت اللہ کے فضل وکرم سے خیروعافیت سے ہے اور اللہ سے امید ہے کہ آپ حباب بھی اللہ کے فضل وکرم سے خیروعافیت سے ہوں گے اور دین متین کی اس محنت میں شب وروز کوشاں ہونگے۔

ہماری سرگودھا سے سال اندرون کی جماعت ہے۔ جماعت نمبر ۲۴۵ کی مدار محمد منیر صاحب رخ نمبر ۱۲۳۲ انڈیا بارڈر سے صوبہ سندھ علاقہ مورو شہر کے قریب سے ایرانی بارڈر یعنی صوبہ بلوچستان علاقہ پانچ گور تک ہے۔ اس رخ پر مرزائی بہت زیادہ گمراہی پھیلا رہے ہیں۔ گاؤں کے گاؤں مذہب اسلام چھوڑ کر قادیانی ہو گئے ہیں اور لوگ بھی قادیانی ہو رہے ہیں اس رخ پر اول تو مساجد نہیں ہیں اگر کوئی مسجد نظر آ بھی جائے تو وہ بھی غیر آباد ہے۔ یہاں کے مسلمان کیکر کے درخت کو سجدہ کرتے ہیں۔ اور اس کے سامنے اپنی حاجات رکھتے ہیں۔ جب ہمارے ساتھی نماز پڑھتے ہیں تو لوگ ہنستے ہیں اور مذاق اڑاتے ہیں۔ یہاں کے مسلمان کفر اور اسلام کی سرحد پر کھڑے ہیں۔ جو بھی ان پر محنت کرے گا وہ اسی کا مذہب اختیار کریں گے۔ اب خود سوچیں کہ ان حالات میں دین کی محنت کرنا کتنی اشد ضروری ہے۔

ہماری جماعت میں سارے نوجوان ساتھی ہیں۔ ہماری جماعت کی بھرپور نصرت فرمائیں اور ساتھیوں کی حوصلہ افزائی کریں ہجرت اور نصرت سے دین پھیلا ہے ہم نے ہجرت کی ہے اور آپ حضرات ہماری نصرت کریں گے۔ ہماری حوصلہ افزائی ہو گی اور ہم بھرپور کام کریں گے۔ اس میں آپ کا بھی پورا حصہ ہو گا۔

والسلام محتاجِ دعاء

آپ کا بھائی عبداللہ (۲۲ فروری ۱۹۹۸ء)

وفاق المدارس الاحرار پاکستان کے تحت قائم دینی ادارے

مجلس احرار اسلام، دینی انقلاب کی داعی جماعت ہے۔ یہ انقلاب دینی مزاج اور دینی ماحول پیدا کئے بغیر ممکن نہیں۔ موجودہ کافرانہ نظام ریاست، جمہوریت اور کافرانہ تہذیب وثقافت کے خلاف نئی نسل کی ذہن سازی اور تربیت کے لئے مدارس میں ایسا ماحول پیدا کیا جانا از حد ضروری ہے جو دینی انقلاب کی منزل قریب تر کر دے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے مجلس احرار اسلام کے شعبۂ تبلیغ کے زیر اہتمام وفاق المدارس الاحرار پاکستان کے تحت درج ذیل 22 مدارس تعلیم وتدریس میں مصروف ہیں۔

- مدرسہ ختم نبوت مسجد احرار، ربوہ جھنگ فون: ۲۱۱۵۲۳(۰۴۵۲۴) ○ بخاری پبلک سکول، ربوہ ضلع جھنگ
- مدرسہ معمورہ جامع مسجد ختم نبوت دار بنی ہاشم، ملتان فون: ۵۱۱۹۶۱(۰۶۱)
- مدرسہ معمورہ مسجد نور تغلق روڈ، ملتان ○ مدرسہ محمودیہ مسجد المعمور ناگڑیاں، ضلع گجرات
- مدرسہ معمورہ تعلیم القرآن چک نمبر ۱۵۸ الف۔ 10-R جہانیاں ضلع خانیوال
- دارالعلوم ختم نبوت جامع مسجد چیچا وطنی فون: ۶۱۱۶۵۷(۰۴۴۵)
- دارالعلوم ختم نبوت (جدید مرکز احرار) مرکزی مسجد عثمانیہ، ہاؤسنگ سکیم چیچا وطنی، فون: ۶۱۰۹۵۵(۰۴۴۵)
- مدرسہ ختم نبوت مسجد ختم نبوت شہزاد کالونی صادق آباد ○ مدرسہ معمورہ، موضع چھینا، میلسی ضلع وہاڑی
- مدرسہ ختم نبوت مسجد ختم نبوت نواں چوک، گڑھا موڑ ضلع وہاڑی ○ مدرسہ عربیہ صدیقیہ بہل ضلع بھکر
- مدرسۃ العلوم الاسلامیہ جامع مسجد گڑھا موڑ (وہاڑی) فون: ۶۹۰۰۱۳(۰۶۹۳)
- مدرسہ ابوبکر صدیق جامع مسجد ابوبکر صدیق تلہ گنگ (چکوال) ○ بخاری مسجد۔ (زیر تعمیر) سرگودھا روڈ۔ چنیوٹ ضلع جھنگ
- بستان عائشہ (برائے طالبات) دار بنی ہاشم، ملتان فون: ۵۱۱۳۵۶(۰۶۱)
- مدرسۃ البنات (برائے طالبات) گڑھا موڑ ضلع وہاڑی ○ مدرسہ معاویہ جھنگ روڈ، ٹوبہ ٹیک سنگھ
- مدرسہ ختم نبوت چشتیاں ضلع بہاولنگر ○ مدرسہ احرار اسلام مسجد سیدنا علی المرتضیٰ، چکڑالہ، ضلع میانوالی
- مدرسہ احرار اسلام، چاہ چڑھوئے والا، کلروالی، ضلع مظفر گڑھ ○ مدرسہ معمورہ مسجد معاویہ بستی مہرپور ضلع مظفر گڑھ

12۔ ادارے اپنے اخراجات خود برداشت کرتے ہیں جبکہ 10۔ اداروں کا کفیل وفاق ہے۔ جن میں بامشاہرہ تعلیم وتدریس اور دیگر امور سرانجام دینے والے افراد کی کل تعداد ۳۰ ہے۔ ان کے اخراجات کا سالانہ تخمینہ ۱۵ لاکھ روپے ہے۔ مستقبل کے تعلیمی، تنظیمی، اور تعمیری منصوبوں کی تکمیل پر تقریباً 30 لاکھ روپے خرچ ہوں گے۔ تعاون آپ کریں، دعا اور کام ہم کریں گے، اجر اللہ پاک دیں گے۔

ترسیل زر کے لئے: بذریعہ منی آرڈر، بنام؛ سید عطاء المحسن بخاری مدیر وفاق المدارس الاحرار پاکستان دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان۔ بذریعہ بینک ڈرافٹ یا چیک اکاؤنٹ نمبر ۲۹۹۳۲، حبیب بینک، حسین آگاہی ملتان۔

Kinza

FOOD PRODUCTS

سکوائشز، کیچپ اور اچار
جو کھائے ایک بار۔ وہ کھائے بار بار

wil'y

FOODS (PVT) LTD.

Chand Plaza. Off Lane 6 Peshawar Road Rawalpindi Cantt.

Ph : 475969

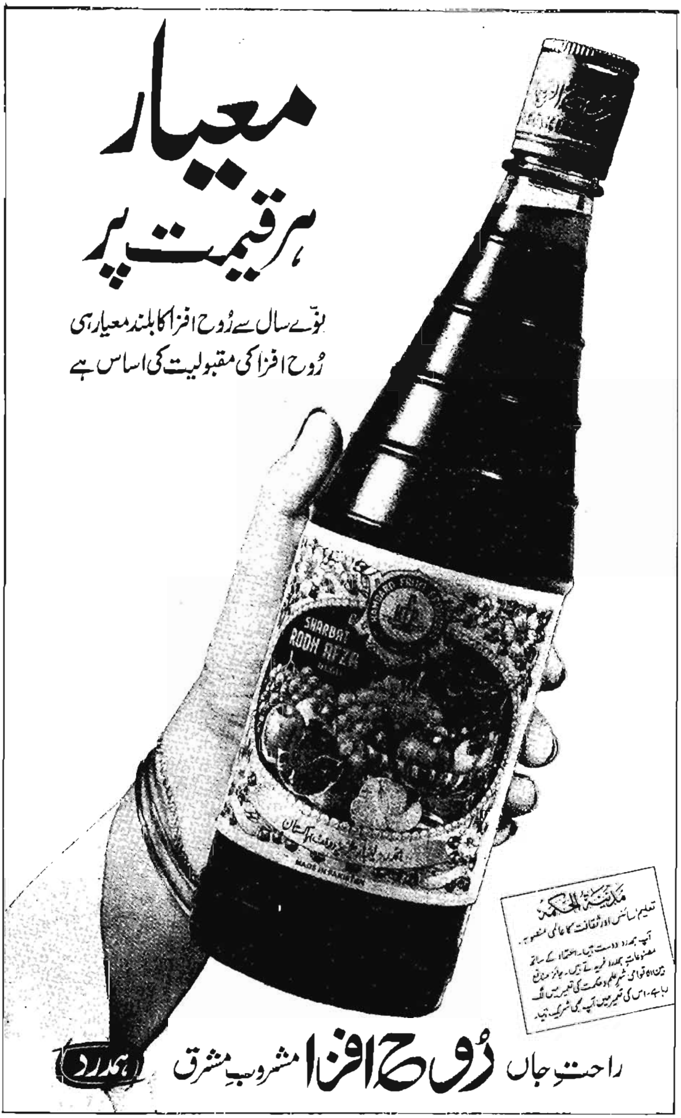

Adarts-HRA-11/96

چوبیسویں سالانہ

مجلسِ ذکرِ حسین رضی اللہ عنہ

بیاد

شہیدِ غیرت، قتیلِ سازشِ ابنِ سبا، مظلومِ کربلاء سیدنا حسین
ابنِ علی رضی اللہ عنہما

خصوصی خطاب

آلِ نبی اولادِ علی ابنِ امیرشریعت خطیبِ بنی ہاشم

سیدعطاءالمحسن بخاری

اور دیگر علماء و دانشور بارگاہِ حسینی میں ہدیۂ عقیدت و محبت پیش
کرتے ہوئے تاریخ و سیرت کی روشنی میں
تذکار و افکارِ حسین اور حقیقتِ حادثۂ کربلاء بیان کریں گے

10 محرم الحرام ۱۴۱۹ھ بروز جمعرات 11 بجے دن تا نمازِ عصر

دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

مؤمنینِ اہلِ سنت کے لئے دعوت و ضیافت کا اہتمام ہوگا

مجلس محبانِ آلِ و اصحابِ رسول ملتان